

تاریخ ادب عربی

احمد حسن زیات

مترجم
محمد نعیم صدیقی

مکتبہ دارالافتاء

نورانی شریعت اردو پبلیکیشنز لاہور

تاریخ ادب عربی

احمد حسن زیات

مفید اضافات
ترجمہ و اضافہ

محمد نعیم صدیقی

ناشر

شیخ محمد بشیر اینڈ سونز جلال الدین ہسپتال بلڈنگ
سرکلر روڈ چوک اردو بازار لاہور

علاقہ	_____	دلا کر صدیقی
مطبع	_____	عالمی کتب خانہ
کمپیوٹر آپریٹر	_____	مرکز تحقیقات
کمپیوٹرنگ	_____	العلوم کمپیوٹر کمپنی

قیمت - 450 روپے

فہرست

32	مقررین	13	مقدمہ
32	قس بن سعدہ ایادی	13	زبان کا ادب
35	عمرو بن معدی کرب الزیدی	14	ادب کی تاریخ
37	زمانہ جاہلیت کی نثر کے نمونے	14	تاریخ ادب کا قاعدہ
37	عربوں کی چند مشہور ضرب الامثال	15	تاریخ ادب کی تقسیم
39	عربوں کے چند مشہور حکیمانہ متولے	16	عربوں کے رہائشی مقامات طبقات اور
40	عربوں کے خطبات		مشہور قبائل
41	عربوں کی چند وصیتیں	18	عرب کی تقسیم
42	تیسری فصل	18	عرب ہاندہ
42	شاعری	18	عرب عاربہ
42	شعر کی تعریف اور اس کی ابتدا	19	عرب مستعربہ
44	شاعری اور عرب	19	زمانہ جاہلیت میں عربوں کی اجتماعی
45	شاعری کی اقسام اور اس کے اغراض و مقاصد	24	سیاسی، دینی اور فکری حالت
46	جاہلی شاعری کے امتیازات	24	پنلاہ باب
47	روایت شعر اور مقلات	24	زمانہ جاہلیت
49	عہد جاہلیت کی شاعری کے نمونے	24	پہلی فصل
49	امروا القیس کے اشعار	26	عربی زبان کی نشوونما
50	نابخہ زبانی کے اشعار	27	میلے اور تجارتی بازار
56	علقمہ بن عبیدہ حمیری کے اشعار	28	مکہ کی اہمیت اور قریش کا کاروبار
57	عبد بنو حوث حارثی یمنی کے اشعار	28	دوسری فصل
60	زوالا صبح عدوانی کے اشعار	29	نثر
62	افو عودی کے اشعار	30	ضرب الامثال
62	وداک بن شمیل مازنی کے اشعار	30	حکیمانہ متولے
63	زہیر بن ابی سلمی کے اشعار	30	خلجے اور وصیتیں
64	امشی کے اشعار	31	جاہلی نثر کے امتیازات
			خطابت، اسلوب خطابت

121	سرزمین عرب میں کتبیت کی ابتداء	65	تکبیلہ شعر کے اشعار
122	دو سرا باب	66	عمرو بن حدیل عبدی کے اشعار
122	آغاز اسلام کا زمانہ اور بنی امیہ کی حکومت	67	لبید بن ربیعہ کے اشعار
		68	عدی بن زید عباوی کے اشعار
122	اسلامی ادب اور اس کے عوامل	70	طرفہ بن العبد کے اشعار
	مصادر، اقسام اور طبائع	70	ابو معترہ کے اشعار
129	ادب اسلامی کے سرچشمے	71	مکلمس کے اشعار
129	1 قرآن کریم	72	چوتھی فصل
131	اسلوب قرآن مجید	72	دور جاہلیت کے شعراء اور ان کے طبقات
132	اعجاز قرآن		
133	زبان قرآن	74	امروا القیس، حالات زندگی اور شاعری
133	مقاصد و مضامین قرآن	79	نابغہ ذبیانی، حالات زندگی اور شاعری
134	تاثیر قرآن	82	زہیر بن ابی سلمیٰ، حالات زندگی اور شاعری
135	قرآن مجید کی قراءتیں		
135	چند غیر مستند قراءتیں	88	اعشی، حالات زندگی اور شاعری
135	سات مشہور قراءتیں	91	عتیرہ حبشی، حالات زندگی اور شاعری
136	قرآن مجید کی جمع و تدوین	96	طرفہ بن العبد، حالات زندگی اور شاعری
137	نور قرآن کی ایک جھلک		
140	2 حدیث نبوی	101	عمرو بن کلثوم، حالات زندگی اور شاعری
143	حدیث کا طرز بیان	105	حارث بن عازہ، حالات زندگی اور شاعری
144	چند ارشادات نبوی		
146	3 زمانہ جاہلیت کی شاعری	108	لبید بن ربیعہ، حالات زندگی اور شاعری
146	4 غیر ملکی ادب		
150	ادب اسلامی کی قسمیں	112	حاتم طائی، حالات زندگی اور شاعری
150	شاعری	117	امیہ بن ابی الصلت، حالات زندگی اور شاعری
150	عہد رسالت میں شاعری		

215	حضرمین شعراء	152	خلفاء راشدین کے عہد میں شاعری
215	1 کعب بن زہیر	156	شاعری پر عمومی نگاہ
219	2 خنساء	156	عراق کی شاعری پر تبصرہ
223	3 حسان بن ثابت	157	حجاز کی شاعری پر تبصرہ
227	4 خنسلہ	158	شام کی شاعری پر تبصرہ
231	اسلامی شعراء	158	عراقی شاعری کی خصوصیات
231	1 عمر بن ابی ربیعہ	159	اخطل
237	2 اخطل	160	فرزدق
241	3 فرزدق	161	جریر
246	4 جریر	163	مجو نگاری میں اخطل، فرزدق اور جریر
251	5 طرہ بن حکیم		کامسک
257	نثر	163	اخطل کی مجو نگاری
257	خطابت	168	فرزدق کی مجو نگاری
258	حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	712	جریر کی مجویہ شاعری
258	آنحضرتؐ کی پیدائش، پرورش اور بعثت	180	اخطل، فرزدق اور جریر کی شاعری پر تبصرہ
		189	شیعہ شاعری
260	آنحضرتؐ کا علیہ مبارک	193	خوارج کی شاعری
261	آنحضرتؐ کی فصاحت	196	بہلوری کے متعلقہ اشعار
262	زبان و ادب پر احادیث کے اثرات	198	اموی شاعری کے نمونے
262	آنحضرتؐ کے چوبے نظیر اقوال	199	مدح سے متعلقہ اشعار
263	حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ	201	مروہ گوئی سے متعلقہ اشعار
265	حضرت عمر کا علیہ اور خداداد ملاصیتیں	203	مجویہ شاعری
		204	وصف پر مبنی اشعار
266	حضرت عمر کے عہد ناموں اور خطابت	207	غزلیہ اشعار
	کا نمونہ	214	شعراء اور ان کے طبقات

297	اسلام کے بعد تحریر کی حالت	268	حضرت عمر کی تقریر کا اقتباس
300	تیسرا باب	268	حضرت عمر کے چند اقوال
300	عہد عباسی	269	حضرت علی رضی اللہ عنہ
300	عہد عباسی کی اہمیت، اثرات اور	270	اخلاق اور خداداد صلاحیتیں
	نہلیاں خصوصیات	270	آپ کا نمونہ کلام
301	پہلی فصل	271	آپ کے خطبات سے اقتباس
301	زبان اور اس پر فتوحات، سیاست اور	273	سبحان بن وائل
	تمدن کے اثرات	274	اس کا تقریری نمونہ
304	دوسری فصل	275	زیاد بن ابیہ
304	نثر	276	اخلاق اور خداداد صلاحیتیں
304	انشاء پر دازی	276	زیاد کا نمونہ خطابت
306	پہلا طبقہ	279	جلج بن یوسف ثقفی
306	دوسرا طبقہ	279	اخلاق اور خداداد صلاحیتیں
307	تیسرا طبقہ	280	جلج کے خطبے کا نمونہ
307	چوتھا طبقہ	282	انشاء پر دازی
308	خطابت (تقریر)	284	عبدالحمید بن یحیٰ اور اس کی انشاء
309	نثر کے نمونے		پر دازی
309	توقعات اور اس کی مثالیں	284	اس دور کی نثر کے نمونے
311	تقریریں	288	حکیمانہ مقولے
313	رسائل و مکاتیب	289	خطبے
315	مقالات	292	رسائل و خطوط
315	بدیع الزمان حمزانی کا حزیہ مقالہ	293	وصیتیں اور نصیحتیں
315	حریری کا بغدادی مقالہ	294	زبان میں خامیاں اور عامیانہ زبان کی
317	تیسری فصل		ابتدا
317	انشاء پر داز	295	نحو
317	لکھنا	296	عہد بنو امیہ میں علوم کی حالت

398	ابو تمام	322	الجاحظ
402	مکری	326	ابن الحمید
405	متسی	331	صاحب ابن عباد
412	ابو فراس ہمدانی	333	الخوارزمی
415	ابو العطاء المعری	337	بدیع الزمان ہمدانی
420	اندلس کے شعراء اور ان کی شاعری	341	جریری
424	اندلسی شاعری کے نمونے	342	مقاتل حریری
426	اندلس کے شعراء	345	قاضی قاضل
426	ابن عبد ربیع	346	چوتھی فصل
427	العقد الفرید کا تعارف	346	شاعری پر تمدن و سیاست کے اثرات
429	ابن حلی اندلسی	349	عباسی دور کی شاعری کے نمونے
433	ابن زیدون	352	مروئیہ پر مبنی اشعار
439	ابن حمزہ لیس مقلی	354	ہجوئیہ اشعار
443	ابن خفاجہ اندلسی	358	حکیمانہ اور ضرب الامثال پر مشتمل
445	لسان الدین الخلیل		اشعار
448	مصر میں قالمیوں کے عہد میں شاعری	364	پانچویں فصل
448	انشاء پردازوں اور علوم و فنون کی	364	مولد شعراء
	حالت	364	بغداد کے شعراء
451	مصر میں شعراء	364	بشار بن برد
452	کمال الدین التیمی	371	ابو العتاہیہ
455	ابن الفارض	376	ابو نواس
458	ہباء الدین زہیر	382	ابن روی
460	چھٹی فصل	387	ابن المعتز
460	علوم و معارف، ترجمہ و تالیف	392	شریف رضی
462	علوم ادبیہ	395	غفرائی
462	علم ادب	397	شام کے شعراء اور ان کی شاعری

491	احمد بن حنبل	463	ادباء
492	علوم عقلیہ	463	المصنف
492	علم فلسفہ	465	ابو القریح اصہبانی
493	فلاسفہ	466	الاعانی کا تعارف
494	ابن سینا	467	علم نحو
495	حجت الاسلام غزالی	469	علماء نحو
497	ابن رشد	469	سیویہ
499	ساتویں فصل	470	کسائی
499	ادب عربی میں قصے کہانیاں اور	472	قراء
	مقامات	473	ابن الحاجب
501	حکایات	475	لغویین
501	الف لیله ولیلہ	475	خلیل بن احمد
502	امثال	477	ابن درید
502	کلیہ و دمنہ	479	علوم بیان
504	مقامات نویسی اور مقالہ نگاری	480	تاریخ
506	چوتھا باب	482	تاریخ نگاری میں عربوں کا طریقہ
506	سقوط بغداد کے بعد ترکی دور	483	علوم شریعت
506	قاہرہ نے بغداد اور قرطبہ کو کیسے پیچھے	483	علم حدیث
	چھوڑا؟	484	محمد شین
508	اس دور کی نمایاں شخصیتیں	484	امام بخاری
510	صفی الدین علی	485	امام مسلم
512	ابن منکور	485	علم فقہ
513	لسان العرب کا تعارف	486	فقہاء
514	ابو الفداء	486	ابو حنیفہ
515	ابن خلدون	488	مالک بن انس
518	سیدہ عائشہ ہامونیہ	489	عمر شافعی

567	شعراء	521	پانچواں باب
567	محمود سامی بارودی	521	دور جدید
570	اسماعیل صبری	525	پہلی فصل
572	احمد شوقی بک	526	خطابت (فن تقریر)
572	محمد حافظ ابراہیم	527	شاعری
	مفید اضافہ	529	ڈرامہ اور افسانہ نویسی
579	تیسری فصل	530	دوسری فصل
579	جدید ترقی کے وسائل	530	مصر، شام عراق اور مغرب میں جدید
579	مدارس		تحریک کے روح رواں
581	جامعہ ازہر	530	تحریک جدید کے مصری اراکین
582	جامعہ مصریہ	534	جدید تحریک کے شامی اراکین
583	پریس	536	جدید تحریک کے عراقی اراکین
585	صحافت	536	جدید تحریک کے مغربی اراکین
586	اداکاری (ایکٹنگ)	537	انشاء پرداز
588	ادبی مجامع (ادارے)	537	سید جمال الدین افغانی
588	دمشق کا مجمع العلمي العربی	541	استاذ امام محمد عبدہ
588	قاہرہ کا مجمع اللغة العربیہ	545	شیخ علی یوسف
589	عراق کا مجمع العلمي	548	ابراہیم بک موسیٰ
590	عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ	550	حنفی نامف
590	باب اول	552	باحثہ البابیہ
	غزنوی دور سے قبل کے عربی ادب	554	مصطفیٰ لطفی منغلوطی
590	میں برصغیر پاک و ہند کا حصہ	558	ادباء
593	باب دوم	558	محمد ناصیف یازجی
593	تفاسیر قرآن	561	احمد فارس شدیاق
594	(ا) عام نوعیت کی تفسیریں	563	بلطرس بستانی
	(ب) مختلف نقطہ ہائے نظر سے	565	حمزہ فتح اللہ

615	حنفی مسلک	595	لکھی جانے والی تفسیریں
617	(الف) فتاویٰ	596	(ج) ادبی تفسیریں
618	(ب) مسائل فقہ سے متعلق تصانیف	697	(د) اصول تفسیر قرآن
619	شافعی فقہ	597	(ه) تفسیروں کی شرحیں اور حواشی
620	باب پنجم	598	(و) ابجدی فہارس، مضامین اور اشاریے
620	تصوف اور اخلاقیات	600	باب سوم
622	علم تصوف	600	علوم حدیث
625	متصوفانہ شاعری	600	کتب صحاح کی شرحیں
625	تصوف کے معمولات و مشاغل	603	سابقہ کتب کی ترتیب و تہذیب
626	الہام، متصوفانہ ملفوظات	605	لغت حدیث
627	اخلاقی نصائح اور متصوفانہ اقوال	605	اربعین
627	بیرون ہند لکھی ہوئی تصانیف کی شرحیں	605	غیر معمولی طریقہ پر مرتب کردہ مجموعے
628	حلیت و حرمت سماع (موسیقی)	608	چند خاص مسائل سے متعلق احادیث کے مجموعے
629	آنحضرتؐ پر درود و سلام بھیجنے کے قاعدے	609	علم اسرار حدیث
630	باب ششم	610	علم اصول الحدیث
630	علم الکلام	610	علم الرجال
630	اسلامی عقائد کی مستند کتب کی شرحیں	611	موضوعات
631	اسلامی عقائد کی نصابی کتب	612	باب چہارم
632	علم کلام کی مستند کتب کی شرحیں	612	تہذیب فقہ
632	علم الکلام کی نصابی کتب	612	فقہی نصابی کتب
633	فرقہ دارانہ مباحث	614	مستند کتب اصول فقہ کی شرحیں
635	ادامہ رد نواہی کی مشکلات و توضیحات	614	علوم فقہ
637	باب ہفتم	615	

675	ادب لطیف اور مرصع نثر	637	قلم
675	خطبات	637	مناظرہ کی مستند نصابی کتب کی شرحیں
676	ادبی منتقبات	639	علم قلم، نصابی کتب
677	مکاتیب اور فن مکتوب نویسی	641	حرکت کی اقسام
678	ادب لطیف اور مرصع نثر	642	عناصر کی غیر مرکب شکلیں
679	مستند ادبی تصانیف کی شرحیں	642	خالص قلم
680	قصص و حکایات	642	بیرونی تصانیف کی شرحیں
681	باب دوازدہم	643	ہمدی تصانیف کی شرحیں
681	شاعری	644	منطق کی کتابیں، نصابی کتب
681	امیر خسرو	645	غیر نصابی کتب منطق کی شرحیں
682	نصیر الدین چراغ دہلوی	646	ہمدی نصابی کتب منطق کی شرحیں
682	قاضی عبدالقادر	648	باب ہشتم
683	شاہ احمد شرعی	648	علم الحساب، علم الحیئت اور علم الطب
683	محمد بن عبدالعزیز کالی کوئی مالا باری	653	باب نهم
684	سید علی خاں ابن معصوم	653	تاریخ و سوانح اور جغرافیہ
684	سید عبدالجلیل بکراہی	653	تواریخ
685	غلام علی آزاد بکراہی	656	وقائع
	خاتمہ الکتاب	660	سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
		661	سوانح
		665	سفر نامے
		667	باب دہم
		667	علم اللسان
		667	علم نحو
		669	تالیف لغت
		672	علم بلاغت و علم عروض
		675	باب یازدہم



مقدمہ

زبان کا ادب :-

کسی زبان کے شعراء اور نثر نگاروں سے منقول نادر کلام جو نازک خیالات کی عکاسی اور لطیف معانی کی مہر کشی کرتا ہو جس سے نفس انسانی میں شائستگی، احساسات میں نزاکت اور زبان میں سلاست پیدا ہو جائے اس زبان کا ادب کہلاتا ہے۔ کبھی ادب کا اطلاق ان تمام کتب اور تصانیف پر بھی کیا جاتا ہے جو ادبی فنون یا علمی بحثوں کے متعلق کسی زبان میں تصنیف کی گئی ہوں تو اس طرح ادب کا اطلاق علماء کے ذہنی افکار اور انشاء پردازوں اور شعراء کی طبیعتوں کے اکتشافات پر بھی کیا جاتا ہے۔

عربی ادب تمام دنیا کے آداب سے زیادہ مالا مال ہے کیونکہ اس ادب کا آغاز انسانی زندگی کے قیام سے لے کر عربی تہذیب و تمدن کے کمزور ہونے اور مٹ جانے پر محیط ہے، اسلام کی آمد کے بعد خاندان مصر کی زبان صرف ایک قوم کی زبان نہیں رہ گئی تھی بلکہ یہ ان تمام قوموں کی زبان بن گئی تھی جو دکن و شمال و اندلس میں داخل ہوتی گئیں اسلام لانے والے بھی اپنی زبان کے معانی و مطالب اور خیالات کو اس زبان میں داخل کرتے رہے اور اپنی زبانوں کے اسرار و خواص کو اس زبان میں منتقل کرتے رہے، پھر یہ زبان دین، ادب، تمدن اور علم کو لے کر دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلی اور اس نے مقابلہ پر آنے والی ہر زبان کو پچھاڑ دیا اور اس نے یونانیوں، ایرانیوں، یہودیوں، ہندوؤں اور حبشیوں کے قدیم آداب اور علوم کو زیر کر لیا۔

گزشتہ طویل صدیوں کی سخت گردشوں کے باوجود اس کے پایہ استقلال میں لغزش نہیں آئی اس نے اپنے ارد گرد بہت سی زبانوں کو گرتے ہوئے دیکھا جبکہ یہ زبان سراد نہا کئے ہوئے بہادری کے ساتھ ہر ملت کے فلسفے اور ادبی افکار اور فکری موشگافیوں کو اپنے اندر جذب کرتے ہوئے بغیر خوبی محفوظ رہی، دوسری قوموں کی زبانیں اس کے مقابلہ میں اپنے اختلافات کی وجہ سے صدیوں، مائوں اور نسلوں کی مثل ہیں جو کبھی آپس میں مل جاتی ہیں کبھی پھیل جاتی ہیں کبھی پھر اکٹھی ہو جاتی ہیں بالآخر ایک ہی سمندر میں جا گرتی ہیں اور وہ عربی زبان ہے۔

ادب کی تاریخ:-

تاریخ سے مراد ایسا علم ہے جس میں کسی زبان کے متعلق یہ جانا جاتا ہے کہ اسے کن حالات سے سابقہ پڑا اور مختلف ادوار میں شعراء اور نثر نگاروں نے اسے نظم اور نثر کا کس قدر مواد دیا اور وہ کون سے اسباب تھے جن کی بناء پر اسے ترقی ہوئی یا یہ ناکامی اور جابی کا شکار ہوئی؟ اسی طرح اس زبان کے بلند پایہ مصنفین، شعراء اور ادیبوں کے حالات کا تذکرہ، ان کی تالیفات پر نقد و جرح اور ماہرین علم و فن اور ادباء و شعراء کا فکر، فن اور اسلوب نگارش میں ایک دوسرے پر اثر اندازی کا ذکر کیا ہے۔

ادب کی عمومی تعریف:-

یہ تو تاریخ ادب کی مخصوص ترین تعریف ہے، لیکن اس کی وہ تعریف جو عام طور پر کی جاتی ہے وہ یہ کہ پہلے زمانہ کے تسلسل کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان تمام چیزوں کا بیان جو کتابوں میں مدون، اوراق میں محفوظ یا جو کچھ پتھروں پر کندہ کیا گیا ہو جس میں کسی خیال یا احساس کا اظہار یا کسی علم و فن کی تعلیم یا کسی واقعہ یا حادثہ کی یاد کو ہمیشہ محفوظ رکھنا مقصود ہو، اس تعریف میں بلند پایہ علماء و حکماء اور مصنفین کے حالات اور ان کے طبی رجحانات، ان کے مذاہب اور ان کی فنی قدر و منزلت کا بیان بھی داخل ہے تاکہ اس سے تمام علوم کی ترقی یا تنزل کا پتہ چل سکے۔

تاریخ ادب کا فائدہ:-

قوموں کی زندگی میں تاریخ ادب کا بہت بڑا ہاتھ ہے کیونکہ زبان اور اس کے مخططات کی حفاظت کرنا ”جو قلب و فکر کی کاوش کا نچوڑ ہے“ درحقیقت یہ ان بنیادی قوتوں میں سے ایک اساسی قوت ہے جس پر کسی قوم کی وحدت، شرف اور فخر کا دار و مدار ہوتا ہے اگر کسی قوم کو اس کے جلیل القدر موروثی علوم اور ادبی مواد سے محروم کر دیا جائے تو گویا آپ اس کو قوی اور ادبی امتیازات سے جدا کر دیں گے اور ملی خصائص سے محروم کر دیں گے جس سے اس کی وحدت کا شیرازہ بکھر جائے گا اور آپ اسے عقلی غلامی کا شکار بنیادیں گے جو سیاسی غلامی سے بدرجہا بدتر ہے کیونکہ جسمانی غلامی کے مرض کا علاج تو ممکن ہے اور اس سے شفا کی امید کی جاسکتی ہے لیکن روحانی غلامی قوم کے حق میں ایسی موت ہے جس کو زبردہ کرنے کی دوا کسی طبیب کے پاس نہیں

ہے۔

تاریخ ادب کی تقسیم:-

ہر قوم کی سیاسی و اجتماعی تاریخ کا اس کی ادبی تاریخ سے گہرا تعلق ہوتا ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ یہ ایک دوسری کے لئے لازم و ملزوم، ایک دوسرے پر اثر انداز اور باہم مددگار ہوتی ہیں فرق صرف یہ ہے کہ ادبی تاریخ، سیاسی اور اجتماعی تاریخ سے اس طرح مقدم ہے جس طرح عمل سے پہلے فکر اور عزم مصمم، ہر قسم کے سیاسی انقلاب یا اجتماعی تحریک کو سب سے پہلے فکری انقلاب ہی تیار کرتا اور پروان چڑھاتا ہے جن کو پہلے شعراء کی زبانیں اور علماء کے قلم اپنی حساس قوت اور پاکیزہ طبیعتوں سے رونما کرتے ہیں پھر تقریر اور تحریر کے ذریعے تمام لوگوں میں پھیل کر اور اثر پذیر ہو کر ایک انقلاب یا تحریک کی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔

ہم بھی اپنے اکثر مصنفین کی موافقت کرتے ہوئے اپنی ادبی تاریخ کی کتاب کو انہی پانچ زمانوں میں تقسیم کریں گے جن کے مطابق عربی اور اسلامی اقوام میں سیاسی اور اجتماعی انقلابات رونما ہوئے ان کی تفصیل یہ ہے۔

1۔ دور جاہلی:-

یہ دور پانچویں صدی کے وسط سے شروع ہوتا ہے جب عدنانیوں نے عینیوں سے آزادی حاصل کی تھی اور یہ 622ء میں ظہور اسلام کے وقت ختم ہو جاتا ہے۔

2۔ دور آغاز اسلام:-

یہ دور آغاز اسلام سے شروع ہو کر 132ھ بمطابق 756ء میں عبد بنو امیہ کے خاتمے اور عبد بنو عباس کے آغاز پر ختم ہو جاتا ہے۔

3۔ دور عباسی:-

یہ دور عبد بنو عباس کے آغاز سے شروع ہو کر 656ھ بمطابق 1280ء میں تاتاریوں کے ہاتھوں سقوط بغداد پر ختم ہو جاتا ہے۔

4۔ دورِ رکی:-

یہ دور سقوط بغداد سے شروع ہوتا ہے اور 1220ھ بمطابق 1844ء میں جدید انقلابی تحریک پر ختم ہوا۔

5۔ دورِ جدید -

یہ دور محمد علی پاشا کے مصر پر حکمران بننے سے شروع ہوتا ہے اور تاحال جاری ہے۔

عرب، ان کے رہائشی مقامات، ان کے طبقات اور مشہور قبائل:-

عرب ان قوموں میں سے ایک ہے جس کو مورخین اپنی اصطلاح میں سامی اقوام (سام بن نوح کی اولاد) کہتے ہیں جو بابلی، اشوری، عبرانی، فینیقی، آرامی اور حبشی اقوام پر مشتمل ہے۔ دراصل یہ تمام قومیں ایک ہی جڑ سے پھوٹی ہیں جہاں انہوں نے نشوونما پائی اور پھر یہ اس سے متفرق ہو گئیں یہ جڑ یا گود کہاں تھی؟ یہ مسئلہ شروع سے ہی مختلف فیہ اور موضوع بحث بنا ہوا ہے۔ بعض مورخین اس جگہ کا نام عراق بتاتے ہیں۔ کچھ جزیرہ عرب کے تعین کو ترجیح دیتے ہیں اور کچھ دیگر لوگوں کا خیال ہے کہ وہ جگہ حبشہ ہے سامی اقوام کی جڑ کے بارہ میں خواہ کیسا ہی اختلاف ہو بہر حال یہ حقیقت ہے کہ یہ اقوام زمانہ قدیم سے ہی منتشر ہو گئی تھیں۔

بابلیوں اور اشوریوں نے عراق کو رہائش گاہ بنایا، فینیقیوں نے شام کے ساحلی علاقوں پر ڈیرہ جمایا، عبرانی فلسطین میں آگئے اور حبشی حبشہ میں آکر آباد ہو گئے، عرب ایک جزیرہ نما ہے جو ایشیا کے جنوب مغرب میں واقع ہے شمال میں اس کی حدیں شام سے ملتی ہیں، مشرق میں دریائے فرات اور بحر ہند واقع ہیں اور جنوب میں بھی بحر ہند اس کو گھیرے ہوئے ہے اور مغرب میں بحیرہ احمر واقع ہے، پھر اس جزیرہ نما کو کوہ سراقہ جو کہ یمن سے شام کے دیہاتی علاقوں تک پھیلا ہوا ہے دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔

۱۔ مغربی حصہ - ۲۔ مشرقی حصہ

مغربی حصہ دامن کوہ سے لے کر بحیرہ احمر کے ساحل تک نشیبی ہے، نشیبی ہونے کی وجہ سے اسے "الفور" (نشیب) اور گرم ہونے کی وجہ سے اسے "تھامہ" کہا جاتا ہے اور مشرقی حصہ بتدریج بلند ہوتے ہوئے عراق اور ساوہ تک پھیل گیا ہے مرتفع ہونے کی وجہ سے اسے "نجد" کہا جاتا ہے الفور اور نجد کے درمیانی علاقے کو "حجاز" کہا جاتا ہے کیونکہ یہ ان دونوں کے درمیان

حد فاصل ہے 'وہ حصہ جو مشرق میں نجد کو لئے ہوئے خلیج عرب کے ممالک یمامہ، کویت، بحرین اور عمان کو اپنے ساتھ ملاتا ہے وہ "عروض" کہلاتا ہے کیونکہ یہ یمن اور نجد کے درمیان چوڑائی میں پھیلا ہوا ہے، حجاز کے پیچھے سے جنوبی سمت جو علاقہ ہے اسے "یمن" کہا جاتا ہے یا تو اسے کعبہ کے دائیں جانب ہونے کی وجہ سے یمن کہا جاتا ہے یا پھر یہ علاقہ اپنی سرسبزی و شادابی کی وجہ سے بابرکت ہے اس لئے یمن کہلاتا ہے۔

مذکورہ بالا عرب کے تمام علاقوں میں عرب کی دو قومیں آباد تھیں۔

۱۔ قحطانی قوم۔ ۲۔ عدنانی قوم۔

قحطانیوں نے یمن کو اپنا مسکن بنایا اور وہاں ان کی شاندار آبادی اور عظیم الشان تہذیب پھلی پھولی لیکن جب ان کو وہاں کی آب و ہوا موافق نہ آئی تو وہ مختلف علاقوں میں بٹ گئے چنانچہ کلمان میں سے مہلبہ بن عمر نے حجاز کا رخ کیا اور جہاں ان کی وجہ سے یہودیوں نے یثرب (مدینہ کا پرانا نام) پر غلبہ حاصل کر لیا اسی اور خزرجی اسی نسل سے تعلق رکھتے ہیں، خزاعہ جو کہ حارثہ بن عمرو ہے اس نے حرم کی سرزمین پر قدم جمائے، عمران بن عمرو نے عمان کی راہ لی جو ازد عمان کہلائے نصر بن ازد کے قبائل نے تمامہ میں رہائش بنالی۔ اور وہ ازد و شنوعہ کہلائے، جفہ بن عمرو کے پیش دست نے شام میں وقوف کیا چنانچہ وہ وہیں ٹھہر گئے انہیں میں سے غسانہ پیدا ہوئے اور بنو لخم حیرہ میں اترے انہی میں سے نصر بن ربیعہ تھے جو منذرہ (حیرہ کے بادشاہ) کے جد اعلیٰ ہیں، عدنانیوں نے حجاز اور اس کے متصل عراقی سبزہ زار میں سکونت اختیار کی اور قریش کے خاندان مکہ اور اس کے گرد و نواح میں رہنے لگے، کنانہ کے خاندانوں نے تمامہ کو، بنو ذبیان نے تہامہ اور حوران کے وسطی علاقہ کو جائے رہائش بنا لیا حمیف طائف میں رہائش پذیر ہو گئے ہوازن مشرقی جانب میں اور بنو اسد تہامہ کے مشرقی اور کوفہ کے مغربی جانب ٹھہرے، بنو جمیم نے بصرہ کے دیہات میں قیام کیا خاندان تغلب نے جزیرہ فرائی کو وطن بنا لیا بقیہ تمام بکر بن واکل یمامہ کے ساحلی علاقہ اور بصرہ و کوفہ کے درمیانی علاقہ میں آباد ہو گئے۔

عرب کی تقسیم

مورخین عربوں کو تین طبقتوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

1۔ عرب باندہ:-

یہ وہ عرب ہیں جن کے حالات نامعلوم اور ان کے آثار مٹ چکے ہیں تاریخ ان کے متعلق دھندلے صفحات پیش کرتی ہے وہ نہ تو گمانوں کی نشی کرتی ہے اور نہ حقیقی ثبوت پیش کرتی ہے اور ان کے مشہور قبائل ”عاد“ ”ثمود“ ”سهم اور جدیس“ ہیں عاد اور ثمود کے متعلق تو قرآن یوں خبر دیتا ہے۔

”فاما ثمود فاهلکوا با لطاغیة“ واما عاد فاهلکوا بریح صر
صرعاتیة“

(قوم ثمود تو سخت کڑک کے ذریعہ ہلاک کی گئی اور قوم عاد تند و تیز زبردست باد صرصر کے ذریعے تباہ ہو گئی)

جبکہ سهم اور جدیس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ کسی زمانہ خرافاتی واقعہ میں لڑکرٹ مرے۔

2۔ عرب عاربہ:-

ان سے مراد وہ یہی ہیں جو بحرب بن قحطان کی طرف منسوب ہیں جو تورات میں ”یارج بن یقطان“ کے نام سے مذکور ہے عربوں کا خیال ہے کہ یہی ان کی زبان کا بانی ہے اور ان کے بیان کا مصدر ہے اسی پر حضرت حسان فخر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

تعلمتم من منطق الشیخ یعرب ابینا فصر ثم معربین ذونفر
وکنتم قدیما مالکم غیر عجمة کلام و کنتم کالبہائم فی القفر
تم نے ہمارے بزرگوار باپ بحرب سے بات کرنا سیکھا تب تمہاری زبان صحیح عربی بنی اور
تم جماعت والے بنے۔

حالانکہ پہلے نمیت کے علاوہ تمہاری کوئی کلام نہ تھی (تم گونگے تھے) تم وحشی جانوروں کی طرح جنگلوں میں رہتے تھے۔

انہی مہینوں میں حمیر کے خاندان ہیں۔ ان میں مشہور ”زید المہمور“ قضاہ اور سکا سک اور کلمان کے قبائل ہیں۔ جن میں سے مشہور ہمدان، علی، مذحج، کندہ، لہم اور ازد ہیں اور لہم سے بنو منذر حمیرہ میں، اور ازد سے اوس اور خزرج مدینہ میں اور غسانہ شام میں رہائش پذیر ہوئے، حمیر کے پاس یمن کی حکمرانی تھی انہی سے بادشاہ اور نواب بنتے تھے۔

3۔ عرب مستعربہ :-

یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں یہ تقریباً انیسویں صدی قبل مسیح حجاز میں آکر قیام پذیر ہوئے پھر جرہم کے بادشاہوں سے دامادی کا رشتہ قائم ہو گیا یہاں کثرت سے ان کی نسل پھیلی جو زمانے کے تاریک گوشوں میں اس طرح گم ہو گئے کہ اب تاریخ بھی عدنان کے اوپر کے حالات بتانے سے بے بس ہے، اور صحیح عربی نسب نامہ عدنان پر جا کر ختم ہو جاتا ہے اس طبقہ کے مشہور قبائل ربیعہ، مضر، انمار اور ایاد ہیں، ربیعہ سے عبدالقیس، اور اس سے وائل کے دو بیٹے بکر اور تغلب تھے مضر سے قیس عیلان اور یاس بن مضر کے قبائل نے جنم لیا، قیس عیلان کے مشہور قبیلے ہوازن اور حلفان ہیں، حلفان سے غنیم کے دو بیٹے جس اور ذبیان ہیں یاس کی اولاد بھیل گئی ان میں سے حمیم بن مرہ، حذیل بن مدرکہ، بنو اسد بن خزیمہ اور کنانہ بن خزیمہ کے خاندان ہیں اور کنانہ سے قریش کا سلسلہ چلتا ہے، پھر قریش مختلف خاندانوں میں تقسیم ہو گئے ان میں بنو جح، سم، مخزوم، عبدالدار اور عبد مناف ہیں، پھر عبد مناف سے عبد شمس، نوفل، مطلب اور ہاشم تھے اور ہاشم سے عبدالمطلب اور عبدالمطلب کے دس بیٹے تھے جن میں رسول اکرمؐ کے والد عبداللہ، حضرت علیؑ کے والد ابوطالب، اور حضرت عباسؓ ہیں علوی خاندان حضرت علیؑ کی طرف منسوب ہے، عباسی حضرت عباسؓ کی طرف منسوب ہے جبکہ اموی بنو ہاشم کی اولاد نہیں ہیں بلکہ یہ ان کے بھائی عبد شمس کی اولاد سے ہیں۔

یہی (بنو ہاشم) ہی وہ طبقہ ہے جس کے سر پر سرا ہے ہماری زبان کا، جو ہم بولتے ہیں، ہمارے بیان کا، جس پر ہم فخر کرتے ہیں ہمارے ادب کا، جس کا ہم مطالعہ کرتے ہیں اور ہمارے دین کا، جس پر ہم اعتقاد رکھتے ہیں۔

زمانہ جاہلیت میں عربوں کی اجتماعی، سیاسی، دینی اور فکری حالت :-

کسی ملک کی آب و ہوا وہاں کے رہنے والوں کی زندگی پر طبعی طور پر نمایاں اثر ڈالتی

ہے 'آب و ہوائی ان کے معاشی اور معاشرتی نظام پر مرتب ہوتی ہے ان کی طبیعتوں اور ان کے اخلاق پر زیادہ تر اسی کا غالب اثر ہوتا ہے عرب ایک بنجر اور خشک جزیرہ نما سرزمین تھی۔ جہاں بہت کم بارش ہوتی اور چشمے نہ ہونے کے برابر تھے اس لئے یہ زمین ناقابل کاشت تھی اور نہ ہی یہ شہری زندگی کے لئے موزوں تھی۔ علاوہ ازیں یہاں کے باشندے فطرتی طور پر خانہ بدوش زندگی گزارتے ہیں وہ خیموں میں رہتے اور بھیڑ بکریاں چراتے ہیں ان کا گوشت کھاتے اور دودھ پیتے ہیں ان کی اون اور بالوں سے وہ پوشاک بناتے ہیں وہ اپنے جانوروں کو چرانے کے لئے بارانی مقامات اور سبزہ زار علاقوں کی تلاش میں پھرتے رہتے ہیں اور وہ اس کی وادیوں اور گھاٹیوں میں گھومتے رہتے ہیں۔ البتہ قریشی اور قحطانی ان سے مختلف تھے کیونکہ قریش کا تو بیت اللہ کی دیکھ بھال اور تولیت کی وجہ سے احترام کیا جاتا تھا اور یمن و شام کے تجارتی سنروں کی وجہ سے ان کی قبائل کے ساتھ ربط و الفت تھی، جبکہ قحطانیوں کا علاقہ سرسبز و شاداب، زرخیز اور بارانی تھا۔ ان کی زمین سے وافر مقدار میں غلہ اور پھل حاصل ہوتا تھا لیکن قحط پڑ جاتا اور زمین خشک ہو جاتی تو وہ آپس میں ایک دوسرے پر حملہ کرتے اور مال و غیرہ لوٹ لیتے تھے، جس کی بناء ان کے فکری رجحانات پر آگندہ تھے۔ مسلسل لڑائیاں ہوتی تھیں، بے امنی تھی اور آپس میں ایک دوسرے سے نفرت کرتے تھے۔ قحط اور جنگ ان کی جاہلی زندگی کے دو ہی محرک تھے، انہی کی وجہ سے وہ بہادری اور سخاوت کے مداح تھے زبان دانی اور فصاحت پر اتراتے تھے لڑکوں کو ترجیح دیتے اور لڑکیوں کو زندہ درگور تک کر دیتے تھے۔ افرادی قوت پر ناز کرتے تھے اور وسیع رشتہ داروں کو غلبہ کا باعث سمجھتے تھے۔

خانہ بدوش زندگی سے لگاؤ، سنروں سے محبت اور جنگ و جدائی کی وجہ سے ان کی طبیعتیں کسی قسم کی پابندی قبول کرنے کی عادی نہیں تھیں، ان پر حریت، عصیت اور وحشت کا غلبہ تھا ان کا نہ تو کوئی اجتماعی تمدن تھا۔ نہ سیاسی حکومت تھی، نہ فوجی نظام تھا اور نہ ہی کوئی دینی فلسفہ تھا جہاں تک ان کے سماج کی حالت ہے تو ہر قبیلہ اور ہر خیمہ الگ سماج بنا ہوا تھا پوری قوم اور امت کا کوئی سماجی نظام نہ تھا اور قبیلوں کے سردار حکمران ہوتے تھے جو نسل در نسل اس کے وراثتہ مالک ہوتے تھے اور وہ مروجہ دستور کے مطابق حکومت کرتے تھے، ان کے ہاں نہ تو یونانیوں کی طرح خاندانی طرز حکومت تھا، نہ معریوں اور ایرانیوں کی طرح شاہی حکومت تھی البتہ حیرہ اور شام میں عرب تاجدار تھے لیکن وہ خود نہ تھے بلکہ حیرہ میں لخمی، کسری ایران کے ماتحت اور شام میں غسانی قیصر روم کے زیر کنٹرول ہوتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت تک تمدن

رائے عامہ، ملوکیت، جمہوریت اور جاگیرداری کے معانی و مطالب کے اظہار کے لئے تمام عربوں اور ساری اقوام کے پاس الفاظ نہیں ملتے۔ فوجی نظام تو اسلام کے بعد تک بھی منظم اور مکمل شکل میں وجود پذیر نہیں ہو سکا کیونکہ کسی کی ماتحتی قبول کرنا اور اپنی انفرادیت و شخصیت سے دستبردار ہونا۔ مسکری نظام کے یہ دو بنیادی رکن ہیں۔ یہی دو چیزیں ہیں جو کہ عربی ذہنیت اور اس کی طبیعت کے بالکل برعکس ہیں اس طرح دین بھی سادگی، بے تکلفی اور زہد و قناعت پسند تھا۔

لہذا عربوں میں نہ تو یونانیوں کی طرح کئی کئی خداؤں اور دیوتاؤں کا تصور تھا، نہ بڑی بڑی عمارتیں اور عالیشان عبادت گاہیں تھیں نہ مجسمے نصب کرنے کا رواج تھا نہ پرانے لوگوں کے قصے کہانیاں اور نہ ہی کوئی عقائد کا فلسفہ تھا اور ان کے پاس وراثت کے طور پر جو دین ابراہیمی کا بقیہ حصہ رہ چکا تھا وہ بھی طویل مدت گزرنے، جہالت کی حاکمیت اور عدم استقرار کی بناء پر بگڑ چکا تھا اسی کا کچھ اثر تھا کہ ان کے دلوں میں جوں کی عبادت اور دیوتاؤں کی تعظیم کا رجحان تھا اور انہوں نے خانہ کعبہ میں بت رکھے تھے اور ان کا خیال تھا کہ وہ ان بتوں کے وسیلہ سے تقرب خداوندی حاصل کر لیں گے، عرب کی اکثریت بت پرستی کو مذہب قرار دے چکی تھی۔ یمن، یثرب، خیبر اور حجاز کے گرد و نواح میں کچھ یہودی آباد تھے جو یہودی مذہب اختیار کئے ہوئے تھے بخران، حیرہ اور بنی طے قبائل کے کچھ لوگ اور شام میں عسائی عیسائی مذہب پر بھی تھے۔

ان کا خاندان موجودہ مصر کے دیہاتی علاقہ کے خاندانوں سے کافی حد تک ملتا جلتا ہے وہ افراد خاندان کی ریڑھ کی ہڈی کہلاتے تھے وہ ماں، باپ، اولاد، پوتے اور غلام ہوتے تھے، باپ گھرانے کا مطلق الحنان سربراہ ہوتا تھا وہ اپنی اولاد کے مارنے، زندہ رکھنے، بیچنے یا عاق کرنے کا مکمل مالک ہوتا تھا۔ بعض اوقات عرب نکلدستی کے خوف سے اپنی بیٹی کو زندہ درگور بھی کر دیتے تھے، اور طعن و تشنیع اور عار کے خوف سے وہ اپنی لونڈی کے پیٹ کے بچہ کو اپنا نہیں بناتے تھے، خاندان میں شوہر کے بعد بیوی کا احترام ملحوظ رکھا جاتا تھا۔ شوہر اس کی عزت افزائی کرتا تھا اور اسے اپنے معاملات میں شریک کرتا تھا اور شعروں میں اس کا نام گاتا تھا اور بیٹا ماں کی طرف منسوب ہونے میں بھی باپ کی نسبت کی طرح فخر کرتا تھا۔

ان کے ہاں شادی کی رسم میاں بیوی کے درمیان خوشگوار رابطے اور محبت کی بناء پر انجام پاتی تھی۔ اگر نکاح کے وقت کوئی شرط ملے نہ کی ہوتی تو طلاق کا تمام تر حق خاوند کو ملتا تھا۔ پھر ان کے ہاں اس کے علاوہ بھی شادی کے کئی طریقے تھے۔ جو عموماً بدکاری اور بے حیائی سے مشابہ ہوتے تھے جن سے صرف آوارہ، شہوت پرست اور بد معاش نوجوان ہی بہرہ ور ہوتے تھے

ان طریقوں میں سے قریب ترین طریقے جس میں تلواریا نیزے کے ذریعہ نکاح ہوتا تھا وہ اس طرح کہ ایک اجنبی اپنی بیوی کے ساتھ ہوتا جس سے نہ ان کا کوئی خاندانی تعلق ہوتا نہ ان کے حلیف قبیلے سے ہوتا یہ اس سے تلواریا کے ساتھ مقابلہ کرتے اور فتح پانے کے بعد اس کی عورت پر قبضہ کر کے اپنے لئے جائز قرار دے لیتے شادیاں کرنے میں ان کے ہاں کوئی حد بندی نہیں تھی وہ ایک وقت میں کئی کئی شادیاں کر لیتے تھے، وہ اپنے باپ کی بیوی (سوتیلی ماں) سے شادی کو جائز قرار دیتے تھے لیکن بیٹی، بہن، پھوپھی اور خالہ سے نکاح کرنا حرام گردانتے تھے۔

خاندان کے افراد اور قبیلے کے افراد کا آپس میں اتنا گہرا تعلق تھا کہ ان کے ہاں ایک مقولہ مشہور تھا ”انصر اخاک ظالمکما و مظلومکما“ کہ اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو، اسی وجہ سے اگرچہ چچا زاد بھائیوں میں آپس میں اندرونی طور پر کشیدگی رہتی تھی لیکن ایک ایک فرد قبیلہ کی حمایت میں اور قبیلہ ایک ایک فرد کی حمایت میں اٹھ کھڑا ہوتا تھا۔

ان کی عقلی اور فکری حالت اور علمی مقام کا اندازہ شہین کے بیچ بادشاہوں، حیرہ کے مندر فرمانرواؤں اور شام کے غسانی حکمرانوں کے کارناموں سے لگایا جاسکتا ہے، جو انہوں نے عالیشان بند باندھے، بجززمینوں کو آباد کیا، شہروں کو بسایا اس کے باوجود ان کی ترقی کا صحیح مقام اور ان کے علوم کی حقیقت ہم پر اس وقت تک زمینی دفن شدہ خزانے کی مانند راز رہے گی جب تک محکمہ آثار قدیمہ کے ماہرین (کچھ عرصہ تک امید ہے) اس پر روشنی نہیں ڈالتے، تحقیق نہیں کرتے۔ عدنانیوں کو ان کی قوت نظری، کثرت تجربات اور حالات کی مجبوریوں نے وسیع معلومات سے آگاہ کیا جو ان کے تجربہ، کھوج اور سوچ و دھار کے نتیجے میں انہیں حاصل ہوئیں چنانچہ وہ جنگوں میں مصروف رہنے کی وجہ سے طب، بيطاری اور شہسواری میں ماہر ہو گئے، گھاس اور بارش سے گہرا تعلق ہونے کی بناء پر وہ ان تاروں سے واقف ہو گئے تھے جن سے بارش کا پتہ چلتا ہے اور وہ ستاروں اور ہواؤں کا رخ جاننے میں تجربہ کار ہو گئے تھے اور وہ ان تاروں کی وجہ سے بری و بحری تاریکیوں میں ان کی رہنمائی میں چلتے تھے۔

انہوں نے اپنے قومی تعصب کی حفاظت کرنے، قابل فخر واقعات بیان کرنے اور اپنے کارناموں کو دوام بخشنے کے لئے علم انساب، واقعات گوئی اور شاعری میں کمال حاصل کر لیا تھا، وہ فراست، قیافہ شناسی اور علاقے کے اوصاف بیان کرنے میں مہارت تامہ رکھتے تھے تاکہ اپنی نسل میں بچانوں کا میل واضح کر دیں، اپنے سے بھاگنے والوں کے قدموں کے نشانات سے پہچان لیں۔ ان کے روحانی اعتقاد کے میلان نے انہیں کہانت، عرفیت (غیبی باتیں معلوم کرنا) اور زجر

(جانوروں کی آواز سے حالات کا اندازہ لگانا) پر ایمان لانے پر مجبور کیا۔ چنانچہ وہ اپنی بیماریوں میں کاہنوں کی طرف رجوع کرتے، اور اپنے اغراض و مقاصد کو سرانجام دینے کے لئے عرفوں سے پوچھتے، تا آنکہ اسلام نے آکر ان تمام خرافات کا خاتمہ کر دیا۔

مختصر یہ کہ عربوں کا اجتماعی نظام قبائل تک محدود تھا وہ سیاسی، اقتصادی اور لغوی لحاظ سے نظم و ضبط سے خالی تھا۔ البتہ خلقت، ذہنیت، اور ادبیت کے لحاظ میں ان میں کچھ اشتراک پایا جاتا تھا، اگر ہم عربوں کی زبان اور ان کے ادب کا بغور جائزہ لیں تو ہم ان میں بلند خیال، عالی دماغ، ذہین اور بصیرت افروز شخصیتیں پائیں گے اور دور رس، تجربہ کاری، وسعت نظر اور کثیر معلومات کی ایسی مثالیں ملیں گی جو تمام تر ان کی اپنی طبیعتوں کا نتیجہ اور اپنے تجربات کا نچوڑ ہیں ان کی زبان جو کہ ان کی اجتماعی ترجمان ہے اس نے روحانی، فکری، اجتماعی، انفرادی، زمینی، آسمانی اور ان کے مابین کسی چیز کو بھی ایسے نہ چھوڑا جس کے مطلب کے اظہار کے لئے اپنے اندر کوئی لفظ نہ بنایا ہو بلکہ انہوں نے ان کے نام اور ان کے اجزاء کا بالترتیب مکمل احاطہ کیا ہے، کسی چیز کے لئے لفظ کا موجود ہونا اس چیز کے وجود اور علم ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ کوئی زبان اس وقت تک متمدن و مہذب نہیں ہو سکتی جب تک اس میں ایک حقیقی ترقی یافتہ اجتماعی تمدن ظہور پذیر نہ ہو جائے خواہ وہ لفظی طور پر ترقی یافتہ نہ ہو۔ ایسا تمدن جو اثر کے اعتبار سے ہمہ گیر ہو خواہ وہ لوگوں میں عام ہونے کے اعتبار سے ہمہ گیر نہ ہو۔

پہلا باب

زمانہ جاہلیت

پہلی فصل

عربی زبان کی نشوونما:-

عربی زبان سامی زبانوں میں سے ایک ہے یہ ایک ہی جڑ سے پھوٹی اور ایک ہی زمین سے پیدا ہوئی ہیں جب گنجان آبادی کی وجہ سے سامی قومیں مختلف مقامات کی طرف نکلیں تو آپس کی جدائی اور دوسرے لوگوں کے ساتھ میل جول کی وجہ سے ان کی زبانوں میں اختلاف ہونا شروع ہو گیا تعلقات کے انقطاع، ماحول کے اثرات اور مدت کی درازی کی بناء پر یہ اختلاف بڑھتا گیا حتیٰ کہ ہر لہجہ اپنی جگہ ایک مستقل زبان بن گیا

کہتے ہیں شب سے پہلے قرون وسطیٰ میں علماء یہود نے سامی زبانوں کے باہمی تعلق اور میل جول کو معلوم کیا تھا۔ لیکن یورپ کے علماء مستشرقین نے اس تعلق کو دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے اب یہ تعلق ایک ایسی علمی حقیقت بن گیا ہے کہ جس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

ماہرین لسانیات جس طرح آریائی زبانوں کے تین حصے ”لاطینی“ یونانی اور سنسکرت“ بناتے ہیں ایسے ہی سامی زبانوں کو تین حصوں ”آرامی“ کنعانی اور عربی“ میں تقسیم کرتے ہیں آرامی زبان کلدانی، آشوری اور سریانی کی اصل ہے جبکہ کنعانی سے عبرانی اور فنیقی زبانیں نکلی ہیں اور عربی مصر کی فصیح زبان اور ان مختلف لہجوں پر مشتمل ہے جو حبشہ اور یمن کے مختلف قبائل میں بولی جاتی ہے راجح رائے یہ ہے کہ عربی زبان تینوں مصادر کی نسبت اپنی اصل کے سب سے زیادہ قریب ہے، کیونکہ عربی زبان دنیا سے الگ تھلگ ہونے کی وجہ سے دوسری زبانوں کے برعکس تغیر حالات سے بہت کم متاثر ہوئی۔

عربی زبان کی ابتدا اور اسکے ابتدائی مدارج کی کھوج لگانا کسی محقق کے بس میں نہیں کیونکہ جب تاریخ کو اس کا علم ہوا تو یہ عین جوان اور ترقی کے دور میں داخل ہو چکی تھی، جزیرہ کے اندر سے ملنے والے پتھروں پر کندہ عبارتوں سے بھی اس کی ندرت کی بناء پر کوئی خاص

معلومات حاصل نہیں ہو سکیں البتہ اس زبان کو پیش آنے والے حوادث و احوال جن کی بناء پر اس کے لہجوں میں یگانگت اور الفاظ میں تہذیب پیدا ہوئی وہ عقلی اور نقلی دلائل سے معلوم کئے جا سکتے ہیں، کیونکہ عرب ان پڑھ تھے جس کی وجہ سے انہیں تجارت، حکومت اور دین میں سے کوئی چیز بھی باہمی ارتباط پر آمادہ نہیں کرتی تھی، چنانچہ وہ طبعی طور پر ایک ہی چیز کے لئے اپنی اپنی جگہ پر کئی کئی لفظ بنا لیتے تھے خانہ بدوش زندگی گزارنے، الگ تھلگ زندگی گزارنے یا دوسروں کے ساتھ گھل مل جانے کی وجہ سے ان کی زبان میں اضطراب اور خلل واقع ہو گئے تھے اور بکثرت حروف الفاظ پائے جاتے تھے۔

اہل، تعلیل، معرب اور مبنی کی وجہ سے لہجوں کا اختلاف ہوا کچھ زبان کی خامیوں اور حروف کی ادائیگی کی کمزوریوں کے باعث اختلاف پیدا ہوا مثلاً قضاء قبیلہ کا مجھ (یعنی یا مشد اور عین کے بعد یا کو جیم سے بدلنا راعی کو راج اور کرس کو کرج پڑھنا) حمیر کا مہمانیہ (یعنی معرفہ میں ال کی بجائے ام پڑھنا یعنی البر کو امبر اور الصیام کو امصیام پڑھنا) حذیل کا فضوہ (یعنی حاء کو عین بنا دینا مثلاً اعل الیہ کو اعل الیہ پڑھنا) تمیم کا عنعنہ (جب ہمزہ لفظ کے شروع میں آئے تو اسے عین سے بدلنا جیسے امان کو عمان پڑھنا) اسد کا ککک (یعنی کاف کو شین پڑھنا علیک کو ملیش پڑھنا) طی کا قلعہ (لفظ کے آخر کو حذف کرنا مثلاً ابوالحسن کو ابوالحسا پڑھنا) وغیرہ۔

ان چیزوں نے زبانوں کو ایک دوسرے سے اس حد تک دور کر دیا کہ یہ وہم پڑتا تھا کہ زبان بہت سی زبانوں میں اس طرح تقسیم ہو گئی تھی کہ ایک بولی دوسری بولی کے لئے ناقابل فہم ہو رہی تھی اور یوں لگتا تھا کہ یہ آپس میں متقابل الاصل نہیں ہیں۔

عرب کی بولیاں چونکہ متحدہ اور مختلف ہیں اس سے ان کو دو بنیادی حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے شمالی زبان، جنوبی زبان، ان دونوں زبانوں کے درمیان اعراب، ضائر، اشتقاق اور صرف کے اعتبار سے اتنا اختلاف ہے کہ ابو عمر بن العلاء نے یہاں تک کہہ دیا ”نہ حمیر کی زبان ہماری زبان ہے اور نہ ان کی لغت ہماری لغت ہے“ اس عظیم اختلاف کے باوجود یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان دونوں زبانوں کو ایک دوسری سے بالکل تعلق نہیں ہے، کیونکہ ”سد عرم“ نوٹنے کے بعد قسطنطنیہ اپنا علاقہ چھوڑ کر جزیرہ عرب کے شمالی علاقہ میں رہائش پذیر ہو گئے تھے۔ سورخ گلزار کی عقیق کے مطابق یہ واقعہ 447ء میں پیش آیا۔ یہاں انہوں نے پوری قوت اور تمدنی ترقی سے یہ کہہ سکتے تھے کہ جس طرح وہ عین میں عدنانیوں کو زیر تسلط کر چکے تھے اسی طرح عراق اور شام میں بھی عدنانیوں پر برتری قائم کر کے انہیں زیر کنٹرول کر لیں، تو اس طرح دونوں قوموں کے

درمیان سیاسی اور تجارتی تعلقات قائم ہو گئے جس کی وجہ سے دونوں کے الفاظ آپس میں ملنے لگے اور بولنے میں دونوں کا لہجہ بھی ایک جیسا ہونے لگا اگرچہ دونوں قوموں میں سے کوئی بھی ایک دوسری پر غالب نہ آسکی کیونکہ اگر ایک اعتبار سے قحطانی اپنی طاقت کے بل بوتے پر غالب تھی تو دوسری طرف عدنانیوں کا صحرا پر پورا تسلط تھا اس کشمکش کا سلسلہ چھٹی صدی عیسوی تک جاری رہا تا آنکہ کبھی حبشیوں کے غلبہ کی وجہ سے اور کبھی ایرانیوں کے تسلط کی وجہ سے یمن میں حمیری حکومت کا زور ٹوٹا گیا اور ان کی گرفت ڈھیلی پڑتی گئی۔ اور اقتدار زوال پذیر ہو گیا جبکہ ان دنوں عدنانیوں کی حالت ان کے برعکس تھی انہیں ملیوں، تجارتی منڈیوں اور حج بیت اللہ کی سعادت، اور حمیروں اور ایرانیوں سے مقابلہ بازی اور جنگ اور تجارت کے ذریعے روم اور حبشہ سے تعلقات کی بدولت ترقی و اتحاد، محبت و الفت، یگانگت اور خود مختاری کے مواقع میا ہو چکے تھے، چنانچہ انہوں نے اپنی زبان اور ثقافت کو مغلوب شکست خوردہ حمیریوں پر ٹھونس دیا۔ پھر اس حالت میں اسلام آگیا اور اسلام نے بھی مندرجہ بالا عوامل کی حوصلہ افزائی کی جس کی بناء پر جنوبی لہجے اور یمنی قومیت ختم ہو گئی اور حمیری کی زبان، ان کے آداب اور تاریخ آج تک کے لئے مٹ گئی۔

صرف یہی نہیں ہوا کہ شمالی زبانیں جنوبی زبانوں پر غالب آگئیں بلکہ ناخواندگی، درندگی اور بدویت کے وہ اثرات بھی زائل ہو گئے جو بول چال کی خامیوں، حکومت کے اختلاف اور متعدد وضعی الفاظ کی شکل میں ظاہر ہو گئے تھے نتیجہ یہ نکلا کہ قریش کی زبان دینی، اقتصادی اور اجتماعی وجوہات کی بناء پر تمام زبانوں پر غالب آگئی ان اسباب میں سے چند اہم اسباب ذکر کئے جاتے ہیں۔

1۔ میلے اور تجارتی بازار:-

عرب لوگ سال کے مختلف مہینوں میں خرید و فروخت کے لئے میلے اور تجارتی بازاروں کا انعقاد کرتے رہتے تھے۔ فطرتی طور پر انسانوں کا اجتماع شرکاء کو آپس میں گفت و شنید، تبادلہ خیالات، شاعری کی محفلیں منعقد کرنے، فصاحت و بلاغت کے اظہار، بلند کارناموں کے شمار، اور اپنی خاندانی شرافت اور وقار کا چرچا کرنے کا ذریعہ بنتا ہے چنانچہ ان ملیوں اور بازاروں کے انعقاد اور اجتماعات میں بھی یہی جذبہ پیدا ہو گئی اور تجارتی بازار اور منڈیوں کی وجہ سے عربوں کو اپنے دین، عادات، اخلاق اور لسانی وحدت کا موقع ملنے لگا۔ جبکہ شعراء اور مقررین عام فہم الفاظ

اور پسندیدہ اسلوب اختیار کرتے ہیں تاکہ سامعین ان کی باتوں کو دلچسپی سے سنیں اور وہ عوام میں ہر دلعزیزی حاصل کر سکیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا کہ ان مراکز میں پڑھے جانے والے اشعار قبیلوں میں پھیل جاتے اور عوام میں مشہور ہو جاتے اسی کے ساتھ ساتھ عوام کے لہجے، طرز اور خیالات بھی ہم آہنگی اختیار کر جاتے۔

ان میلوں میں مشہور ترین عکاظ، بجنہ اور ذوالحجاز کے میلے ہیں ان میں سے پہلی قسم کے میلے کو عربی زبان کی تہذیب میں نمایاں اثر اور قوی برتری حاصل تھی، یہ میلہ ذیقعد کی پہلی تاریخ سے شروع ہو کر میں تاریخ تک جاری رہتا عرب کے تمام سربراہان، داعیان، تجار، ارباب منافرت، قیدیوں کو چھڑانے اور حج کی ادائیگی کے لئے اس میلے میں شرکت کرتے تھے۔ اسکے علاوہ باقی میلے مقامی حیثیت رکھتے تھے جن میں صرف گرد و نواح کے لوگ حصہ لیتے تھے۔ عکاظ میں دور دراز سے لوگ اس لئے شریک ہوتے تھے کیونکہ لوگ حج کے لئے آتے تھے اور یہ میلہ حج کے میچوں میں لگتا تھا ظاہر ہے اس کی کامیابی کی سب سے بڑی وجہ ایام حج میں اس کا انعقاد تھا، اس میلے کو ہمہ گیر شہرت حاصل ہو گئی تھی اس موقع پر عرب کے فیصلے کرنے والے ثالث اور مہینچ بھی موجود ہوتے تھے اسی جگہ ان کے سامنے بڑے بڑے اہم مقدمات پیش ہوتے جنہیں وہ بغور سنتے پھر جس کی بات صحیح معلوم ہوتی دلائل قوی اور بیان واضح ہوتا اس کے حق میں فیصلہ دیتے تھے۔

مکہ کی اہمیت اور قریش کا کاروبار:-

زبان کی یگانگت اور عربوں کی ترقی میں مکہ کے محل وقوع کو بہت بڑا دخل ہے چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں ان قافلوں کے پڑاؤ کی جگہ جو ہندوستان اور یمن سے تجارتی سامان لے کر جنوبی سمت سے مکہ میں داخل ہوتے تھے، تجارتی مکہ ان سے سارا مال خرید کر خود اسے شام اور مصر کے بازاروں میں فروخت کرتے تھے، خانہ کعبہ کی حرمت اور قریش کی عظمت کی بناء پر تاجر ان مکہ کے لئے تمام تجارتی راستے پر امن ہو گئے تھے چنانچہ ان کے مال سے لدے ہوئے تجارتی قافلے بے خوفی سے تجارتی منڈیوں میں جاتے ملک ملک گھومتے تجارتی فوائد کے ساتھ ساتھ اپنے علم میں اضافہ، فہم و فراست میں قوت، مال میں ثروت اور زندگی کے معاملات میں تجربات حاصل کرتے تھے، علاوہ ازیں مکہ لوگوں کے لئے جائے ثواب ہونے کے ساتھ ساتھ در آمد و برآمد کا ایک بہت بڑا تجارتی مرکز تھا جہاں لوگ پایادہ اور سوار ہو کر ہر طرف سے آتے تھے تاکہ مناسک حج بھی ادا کر لیں اور سامان ضرورت بھی خرید لے جائیں

قریش جو کہ مکہ کے رہائشی اور وہاں کے رہائیں تھے انہیں اپنے تمدن، خانہ کعبہ کی تولیت، عکاظ کی منڈی پر حکمرانی، سردیوں میں یمن کے سفر اور گرمیوں میں شام کے تجارتی سفروں نے تمام عربی قبائل سے ربط و ضبط رکھنے اور اکثر قوموں کے ساتھ میل ملاقات نے انہیں بخوبی فہم و فراست کا مالک بنا دیا تھا، وہ جنوب میں حبشیوں کے ساتھ مشرق میں ایرانیوں کے ساتھ اور شمال میں رومیوں کے ساتھ ربط و تعلق رکھتے تھے علاوہ ازیں وہ مشرب اور اس کے پڑوس میں خیبر اور یمامہ میں یہودیوں سے تعلقات اور شام، نجران اور حمیرہ میں عیسائیوں کے ساتھ باہمی جادلہ خیالات کی بناء پر وہ الہامی کتابوں کے بارہ میں بھی بہت کچھ جانتے تھے ان وسائل کی وجہ سے ان کی لسانی ثقافت اور فکری احساسات میں نمایاں تبدیلیاں پیدا ہوئیں، وہ مختلف بولیوں کو سنتے، جدید معانی پر غور و فکر کرتے، نئے الفاظ کو نقل کرتے انہوں نے ان مختلف زبانوں میں سے ایک ایسی شیریں زبان منتخب کر لی تھی جو بولنے میں نہایت شیریں، اسلوب میں انتہائی بلیغ اور مواد کے لحاظ سے سب سے وسیع تھی پھر شعراء نے اسے اپنا کر اس کی نشر و اشاعت اور ترویج و ترقی میں نمایاں اضافہ کر دیا بعد میں پھر جب قرآن کریم بھی اس زبان میں نازل ہوا تو اسکے پھیلاؤ اور غلبہ میں جو کمی رہ گئی تھی وہ بھی پوری ہو گئی۔

دوسری فصل

نثر:-

وجود پذیر ہونے کے اعتبار سے کلام کی اقسام میں سب سے پہلی ”نثر“ ہے، کیونکہ یہ بولنے میں آسان اور کسی قسم کی قید سے آزاد ہے اور یہ ہر کسی کے استعمال کی ضرورت ہے، اس کی دو قسمیں ہیں۔

1۔ مسجع نثر:-

کہ ہر دو یا زیادہ فقروں کے آخر کا ہم وزن ہونے کا التزام کیا جائے۔

2۔ مرسل نثر:-

جو وزن وغیرہ کی پابندی سے آزاد ہو، طبعی قوت، موردی ذہانت اور محیوں کے ساتھ کم

اختلاف کی وجہ سے عربوں کی نثر نہایت آسان، اور شستہ ہوتی تھی البتہ فقط طبعی اسباب و وجوہ کی بناء پر تلفظ اور ادائیگی میں اختلاف تھا مثلاً حروف کو باریک آواز سے بولنا، پر کر کے پڑھنا، ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدل دینا اور حرفوں کو کھینچ کر پڑھنا، عربوں میں نثر کی کثیر مقدار پائے جانے کے باوجود مورخین نثر نے اس طرف توجہ نہ دی لہذا ہم تک نثر کا وہی حصہ پہنچا جو اپنی فصاحت، بلاغت اور ایجاز کی وجہ سے خواص و عوام میں عام ہو گیا تھا جیسے ضرب الامثال، حکیمانہ مقولے، وصیتیں، خطبے، وصف یا بیان یا کہاوتیں

ضرب الامثال:-

ضرب المثل کبھی تو بات کا ایک ٹکڑا اور کبھی مستقل جملہ ہوتی ہے جس کا تعلق کسی مخصوص واقعہ سے ہوتا ہے لیکن بعد میں اسے اس طرح کے موقعوں پر بلا کی بیشی بول دیا جاتا ہے، (سننے والا اس مختصر جملہ سے پورا واقعہ سمجھ لیتا ہے) یہ نثر عربوں کی اجتماعی اور انفرادی حوادث کی پیداوار ہے۔

چند مشہور ضرب الامثال:-

- 1۔ وافق شن طبقة (شن (مرد کا نام) کو طبقہ (عورت کا نام) مل گئی) یہ ضرب المثل اس وقت بولی جاتی ہے جب کسی شریر انسان کو اسی قسم کے انسان سے واسطہ پڑ جائے جیسے اردو میں کہتے ہیں ”جیسے کو تسیا“
- 2۔ لامر ماجدع قصیر انفہ (کوئی تو وجہ ہے جو قصیر نے اپنی ناک کٹوالی) جب کوئی شخص فریب کاری کا مظاہرہ کرتا ہو ابد حال بن جائے وہ اپنا ظاہر باطن کے خلاف بنا لے تو یہ مثال دی جاتی ہے۔
- 3۔ یداک اوکتا و فوک نفخ (تیرے ہاتھوں نے باندھا اور تیرے منہ نے پھونک ماری) جب کوئی شخص اپنی کوتاہی یا لاپرواہی سے کوئی نقصان اٹھائے تو اس کے لئے یہ مثال دی جاتی ہے ماہرین زبان نے اس قسم کی مثالیں جمع کر کے ان کی شرحیں بھی لکھی ہیں ان میں سے مشہور ترین المیدانی (متوفی 518ھ) ہیں انہوں نے تقریباً پچاس کتابوں سے مثالیں اکٹھی کر کے ”مجمع الامثال“ نامی کتاب میں جمع کر دی ہیں اس سلسلہ میں امثال حروف مجاہ کی ترتیب سے جمع کی گئی ہیں اور تمام قدیم اور جدید مشہور مثالیں اس میں موجود ہیں۔

حکیمانہ مقولے:-

وہ خوشنما بات یا مقولہ جو حکمت سے لبریز اور فضولیات سے پاک ہو وہ حکیمانہ مقولہ کہلاتا ہے یہ عموماً تجربہ کاری، غلطندی کا نچوڑ اور وسیع واقفیت کا نتیجہ ہوتا ہے۔

چند حکیمانہ مقولے:-

- 1۔ الخطا زاد العجول (غلطی عجلت پسندی کا توشہ ہے) یعنی جلد بازی سے کام ہمیشہ لیٹ اور خراب ہوتا ہے۔
- 2۔ من سلک الجدد امن العشار (جو سیدھی سڑک پہ چلتا ہے وہ ٹھوکرؤں سے محفوظ رہتا ہے)
- 3۔ عی صامت خیر من عی ناطق (خاموش نادانی ناطق بے وقوفی سے بہتر ہے)

خطبے اور وصیتیں:-

ان دونوں کا مقصد لوگوں کو اچھائی کی طرف راغب کرنا اور برائیوں سے نفرت دلانا ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ خطبہ مجمع عام یا میلوں وغیرہ میں دیا جاتا ہے جبکہ وصیت معین موقع پر مخصوص لوگوں تک محدود ہوتی ہے جیسے سفر کرنے والا یا مرنے والا اپنے گھر والوں کو وصیت کرتا ہے۔

جاہلی نثر کے امتیازات:-

زمانہ جاہلیت کی نثر طبعی اور سادہ ہے اس میں نہ تو کسی قسم کا تکلف ہے نہ بناوٹ ہے اور نہ ہی مبالغہ آمیزی ہے۔ یہ بدوی ماحول اور اس کے اخلاق و عادات کی عکاسی کرتی ہے۔ قوی الفاظ، عمدہ ترکیبیں، چھوٹے چھوٹے جملے، بہترین اسلوب بیان، اشارہ کی قربت، استعارہ کی کی اور بیان میں اختصار و ایجاز، ان کی نثر کی نمایاں خصوصیات ہیں کبھی ان کی عبارتوں میں حکیمانہ مقولوں اور ضرب الامثال کا ایسا لگا تار سلسلہ جاری ہو جاتا ہے جو بالکل غیر مناسب اور بے ربط سا معلوم ہوتا ہے۔

خطابت:-

شاعری کی طرح خطابت کا دار و مدار بھی خیالات و افکار اور فصاحت و بلاغت ہیں۔ خطابت آزادی اور شجاعت کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے، یہ فن لوگوں کو اپنا ہم خیال بنانے اور دلائل سے خاموش کروانے کا ایک قوی حربہ ہے، چرب زبانی، فصاحت بیانی، لہجہ کی عمدگی اور برجستہ گوئی اس کی بنیادی شرائط ہیں جبکہ عرب لوگ حساس، بہادر، غیور اور خوددار تھے عرب کو اس فن میں نمایاں سبقت اور کامل مہارت حاصل تھی، ان میں یہ صفات بدرجہ اتم موجود تھیں دیگر غیر متہدن اقوام کی طرح انھیں بھی آباؤ اجداد کے حسب و نسب پر فخر، آبائی عزت و شرافت کو برقرار رکھنے کی خواہش، دو قبیلوں کے مابین کشیدہ تعلقات کی اصلاح، قبائل کے سرداروں اور نوابوں یا حکمرانوں اور ان کے نائبوں کے درمیان سفارت کی بناء پر خطابت کی ضرورت محسوس ہوئی وہ بچپن ہی سے اپنے بچوں کو تقریر سکھانے کی کوشش کرتے تھے ان کی دلی خواہش تھی کہ ہر قبیلہ میں ایک مقرر ہو جو ان کی تقویت کا باعث ہو یا شاعر ہو جو ان کی شہرت کا سبب بنے کبھی کبھی یہ دونوں صفات ایک ہی فرد میں بھی جمع ہو جاتی تھیں

اسلوب خطابت:-

وہ اپنی تقریروں میں خوشنما الفاظ، پرکشش عبارت، دل نشیں اسلوب، چھوٹے چھوٹے مسجع جملے اور زیادہ ضرب الامثال استعمال کرتے تھے وہ اپنے مضمون کو ذہن نشیں کروانے اور ہر دلعزیز بنانے کے لئے تقریروں میں اختصار کو پسند کرتے تھے۔

عربوں کا یہ طریقہ تھا کہ مقرر ادنیٰ جگہ یا سواری پر کھڑے ہو کر تقریر کرتا، دوران تقریر وہ موقع محل کے مطابق ہاتھ کو کبھی اوپر کرتا کبھی نیچے کرتا، اشاروں کی مدد سے اپنی بات کو واضح کرنے کی کوشش کرتا، اپنے ہاتھ میں عصا یا نیزہ یا تلوار کا سہارا لیتا یا ان سے اشارہ کرنے کا بھی ان کے ہاں رواج تھا۔

وہ ایسے مقرر کو پسند کرتے تھے جو خوش وضع ہونے کے ساتھ ساتھ بلند آواز، خوش بیان اور بے باک ہوتا، زمانہ جاہلیت کے مشہور مقررین قس بن ساعدہ ایادی، عمرو بن مثنوم مغللی، اکثم بن صیفی حمیری، حارث بن عباد بکری، قیس بن زہیر حبشی، عمرو بن معدی کرب الزبیدی ہیں ہم اس مختصر کتاب میں قارئین کے مطالعہ کے لئے صرف دو بڑے خطیبوں کے سوانح حیات اور ان کا انداز خطابت بیان کرتے ہیں۔

مقررین

قس بن ساعدہ ایادی (وفات 600ء) :-

یہ نجران کا بڑا پادری، عرب کا خطیب، مشہور حکیم اور بیچ تھا، یہ خدا پر یقین رکھتا یہ پر حکمت پسند و نصیحت کے ذریعے خدا کی طرف دعوت دیتا تھا، کہا جاتا ہے کہ یہ سب سے پہلا خطیب ہے جس نے سب سے پہلے اونچی جگہ کھڑے ہو کر تقریر کی، تلواریں کا سہارا لینا اور خطبہ میں ابا بعد کہنے کی ابتدا بھی اسی نے کی ہے، نبی اکرمؐ نے جب عکاظ میں اس کی تقریر سنی تو اس کی بہت تعریف کی ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے اسے یہ دعا دی ”خدا قس پر رحم فرمائے مجھے امید ہے وہ قیامت کے دن تمہاری ایک قوم کی جگہ اٹھایا جائے گا“

وہ دیکھا فوٹھا قیصر کے دربار میں بھی جاتا تھا قیصر اس کا بہت احترام کرتا تھا لیکن پھر اس نے دنیا سے کنارہ کشی کر کے سادہ زندگی اختیار کر لی، وہ اللہ کی عبادت کرتا، لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتا حتیٰ کہ طویل عمر گزار کر 600ء میں فوت ہوا۔

اس کا اسلوب خطابت :-

اس کے نام سے منسوب جو نثر ہم تک پہنچی ہے اگر وہ واقعتاً اس کی ہے تو پھر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ طرز بیان اس کی طبیعت کی روانی کا نتیجہ تھا اس کی عبارت نہایت پرکشش اور پسندیدہ الفاظ پر مشتمل ہوتی تھی جس میں چھوٹے چھوٹے مسجع جملے ضرب الامثال، اور منتخب عبارت ہوتی تھی اس میں سرکشوں کی تباہی اور دنیا کے ظاہری تشریحات سے درس عبرت دیا جاتا تھا۔ وہ شعر بھی کہتا تھا اور اس کی شاعری حسن الفاظ اور عمدہ معانی کے ساتھ ساتھ قوت تاثیر بھی رکھتی تھی جیسا کہ اس کے کلام سے ظاہر ہے۔

اس کے کلام کا نمونہ ”نثر“ :-

عکاظ کے میلے میں اس نے تقریر کرتے ہوئے کہا

”سنو اور یاد کر لیا جو زندہ ہے وہ مرے گا جو مرے گا وہ دنیا سے فوت ہو جائے گا جو کچھ

ہونے والا ہے وہ ہو کر رہے گا“ یہ تاریک رات، یہ روشن دن، یہ برجوں والا آسمان، یہ چمکتے

تارے' یہ موجیں مارنے والے سمندر' یہ جے ہوئے پہاڑ' یہ پھیلی ہوئی زمین' یہ بہتے دریا یہ سب کچھ اس بات کے غماز ہیں کہ آسمان میں کوئی خاص طاقت ہے اور زمین میں خاص عبرتیں ہیں آخر یہ لوگ کہاں جاتے ہیں جو پھر واپس نہیں آتے؟ کیا یہ وہاں رہنے پر خوش ہیں جو وہیں ٹھہر گئے؟ یا پھر یہ دنیا چھوڑ کر سو گئے؟ اے خاندان ایاد! تمہارے آباؤ اجداد کدھر گئے؟ اور زبردست فرعونوں کے ساتھ کیا جیتی؟ کیا وہ مال و دولت میں تم سے بڑھ کر نہ تھے؟ کیا ان کی عمریں تم سے لمبی نہ تھیں؟ حوادث زمانہ نے انھیں چکی میں پیس ڈالا اور ان کی ہمتوں کو پاش پاش کر دیا

پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

فی	الناہیین	الاولین	من	القرون	لنا	بصائر
لما رایت	مواردا	للموت	لیس	لها	مصادر	
ورایت	قومی	نحوها	یسعی	الأصاغر	والا	کابر
لا	یرجع	الماضی	الی	ولامن	الباقین	غابر
ایقنت	انی	لا	محالة	حیث	صار	القوم
						صائر

ہم سے پہلے گزرنے والی اقوام میں ہمارے لئے بصیرت افروز عبرتیں ہیں۔

جب میں نے دیکھا کہ موت کی گھاٹ پر جانے والوں کے لئے واپسی کا کوئی راستہ نہیں

ہوتا۔

اور میں دیکھ رہا ہوں کہ میری قوم کے سب چھوٹے بڑے تیز رفتاری سے اس گھاٹ کی

طرف رواں دواں ہیں۔

وہاں جا کر پھر ہمارے پاس کوئی واپس نہیں آتا اور نہ ہی پچھلوں میں کوئی یہاں ہمیشہ رہنے

والا ہے۔

مجھے یقین ہو گیا کہ جو قوم کا انجام ہوا ہے میرا بھی وہی ہو گا

اس کا حکیمانہ کلام:-

1۔ جو تجھے کسی چیز کی عار دلاتا ہے اس میں بھی ویسی ہی کمزوری ہوتی ہے۔

2۔ جو تجھ پر ظلم کرتا ہے اسے بھی کوئی ظالم مل جائے گا

3۔ اگر تو دوسروں کو کسی کام سے روکنا چاہتا ہے تو اس کی ابتدا اپنے سے کر

4۔ نگہ دستی میں لوگوں سے دور رہو جبکہ خوشحالی میں ان سے مل کر رہو

5۔ کسی کام میں مصروف آدمی سے مشورہ نہ کرو خواہ وہ کتنا ہی حکمدار ہو، بھوکے سے مشورہ نہ کرو خواہ کتنا ہی سمجھدار ہو، نہ خوفزدہ سے خواہ اس کی خیر خواہی پر تمہیں مکمل اعتبار ہی کیوں نہ ہو

اس کے چند اشعار جو اس نے دیر سمعان میں اپنے دونوں بھائیوں کی قبروں پر کھڑے ہو کر کہے

خلیلی ہا طالما قد رفدتما اجدکما لا تقضیان کراکما
الم تعلما انی بسمعان مفرد ومالی فیہ من حبیب سوا کما؟
اقیم علی قبر یکما لست بارحا طوال اللیالی اویجیب صداکما
جری الموت مجری اللحم والعظم کان الذی یسقی العقار سقا کما
فلو جعلت نفس لنفس وقایة لجدت بنفسی ان تكون فلدا کما
سابکیکما طول اللیالی وما الذی یرد علی ذوی عولة ان بکا کما
میرے دونوں دوستو! اب اٹھو! تم بہت دیر تک سوچے کیا واقعی تم نے ابھی تک اپنی نیند

پوری نہیں کی؟

کیا تمہیں یہ علم نہیں کہ میں سمعان میں تھا ہوں یہاں تمہارے سوا میرا کوئی بھی دوست

نہیں؟

میں تمہاری قبروں کو اس وقت تک چھوڑ کر نہیں جاؤں گا جب تک مجھے تمہاری طرف

سے جواب نہ ملے۔

موت تمہارے گوشت اور ہڈیوں میں اس طرح رچ گئی ہے ایسے لگتا ہے جیسے شراب

پلانے والے نے تمہیں پلائی ہوئی ہے۔

اگر ایک جان دے کر دوسری جان کو بچایا جاسکتا تو میں اپنی جان دے کر تم دونوں پر

قربان ہو جاتا

میں ہمیشہ تم دونوں پر روتا رہوں گا لیکن کیا اس روبرو کی وجہ سے نالہ کرنے والے کو

کچھ حاصل ہو جائے گا؟

عمرو بن معد یکرب الزبیدی

ولادت 535ء وفات 643ء

حالات زندگی :-

عمرو بن معد یکرب زبیدی یمن کا شہسوار، عرب کا خطیب اور قادسیہ کا ہیرو تھا اس کا سلسلہ نسب قطان سے جانتا ہے اس کی کنیت ابو ثور ہے، جب نبی اکرمؐ لڑنے میں غزوہ تبوک سے واپس آرہے تھے تو آپ کو راستے میں ملا اور یہ قوم سمیت مسلمان ہو گیا لیکن وہ دل جس نے خالص جاہلیت میں پرورش پائی اور جوان ہوا ہو۔ انسانوں کے گوشت پوست سے کھلا ہو، شراب نوشی اور کھیل کود کا رسیا ہو وہ دین کو اخلاص اور صدق کے ساتھ قبول نہیں کر سکتا لہذا وہ مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو گیا، پھر اس نے دوبارہ راہ حق قبول کر لیا اور اس نے خدا کی راہ میں جہاد کا حق ادا کر دیا اور جب اس نے جنگ قادسیہ میں حصہ لیا اس وقت اس کی عمر ایک قول کے مطابق ایک سو دس برس تھی تو اس نے نمایاں کارنامے سرانجام دیے 643ء میں خلافت عمر کے اواخر میں انتقال کیا

اخلاق و عادات اور مرتبہ :-

عمرو بن معد یکرب نہایت طاقتور، موٹا اور بہت کھاؤ تھا یہ بہادر جنگجو، خطیب اور شاعر تھا اور قوم اس کی اطاعت کرتی تھی، یہ شعراء کے دوسرے طبقہ میں شمار کیا جاتا ہے جبکہ خطابت میں اس کا پہلا درجہ ہے اس کی شاعری کا بڑا حصہ اپنی ذاتی بہادری کے کارناموں سے بھرا پڑا ہے کہا جاتا ہے کہ نعمان بن منذر نے اسے بھی ان سرکردہ لیڈروں میں شامل کیا تھا جن کو اس نے مدائن میں نوشیرواں کے پاس بھیجا تھا تاکہ یہ وفد عرب پر نعمان بن منذر کے دعویٰ کو سچا ثابت کرے اور اس کی عزت و شہرت کا سبب بنے وہاں پہنچ کر عمرو بن معد یکرب نے یہ تقریر کی۔

”انسان کا دار و مدار اس کی دو چھوٹی سی چیزوں پر ہے وہ اس کا دل اور زبان ہیں، سچائی بات کو دلنشین بنا دیتی ہے مقصد کا حصول جستجو سے ممکن ہے، اپنی معلومات کی حدود میں رہنا سرگردانی کی زحمت سے بہتر ہے اے بادشاہ سلامت! ہمارے دلوں کو اپنی حسن کلام سے موہ لیجئے“

ہم سے ہماری خطاؤں کی درگزر کے لئے جلدی کیجئے، اگر آپ ہمارے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں گے تو ہم آپ کے فرمانبردار بن جائیں گے اور آپ کو معلوم ہونا چاہئے ہم وہ لوگ ہیں کہ ٹھو کریں مار کر ہمارے سخت پتھر کو کچلنے کا ارادہ کرنے والے ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکتے بلکہ ہمیں جو تباہ کرنا چاہتا ہے ہم اس کے مقابلہ میں پوری طرح اپنی حفاظت کرنا جانتے ہیں“

ابی مرادی کے دھمکی دینے پر اس نے یہ شعر کہے۔

اعاذل سکنی بدنی ورمحی وکل مقلص سلس القياد
اعاذل انما افنی شبابی وقرح عاتقی ثقل النجاد
تمنانی ليلقانی ابی وودت واینما منی وودادی
ولولا قبتنی ومعی سلاحی تکشف شحم قلبک عن سواد
ارید حیاته ویرید قتلی عذیرک من خلیک من مراد
اے ملامت کرنے والی! میرے جسم، میرے نیزے اور وفا شعار طاقتور گھوڑے کو آرام کر لینے دے۔

اے ملامت گر! تلواریں کے پر تلے کے بوجھ نے ہی میری جوانی کو برباد اور میرے کندھے کو زخمی کیا ہے (یعنی میری تمام عمر جنگوں میں گزری ہے)

ابی مجھ سے میدان جنگ میں مقابلہ کرنا چاہتا ہے میری بھی یہی خواہش ہے لیکن میری خواہش کب پوری ہوگی۔

اور تو مجھے اس حالت میں ملے کہ میں زہرہ بند ہوں تو تیرے دل کی چربی تیرے بدن میں سے نکل پڑے گی۔

میں اس کو زندہ دیکھنا چاہتا ہوں اور وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے کیا کوئی تجھے تیرے مراد قبیلے کے دوست سے بچانے والا ہے؟

اس کے کچھ اور اشعار

لیس	الجمال	بمئزر	فاعلم	وان	ردیت	بردا
ان	الجمال	معادن	ومناقب	اورثن	مجدا	
اعددت	للحدثان		منابغة	وعداء	علندی	
نهداو	ذاشطب	يقد	البيض	والا بدان	قدا	
کم	من اخ لی	صالح	بنواته	بیدی	لحدا	
ما	ان جوعت ولا هلمت		ولا	یرد بکاء ی	رشدنا	

ذهب الذین اجہم وبقت مثل السیف فردا
یہ جان لو کہ حسن و جمال پوشاک میں نہیں ہوتا خواہ آپ کو منقش چادر پنادی جائے۔
حسن و جمال تو خیر و کرم کے وہ بلند سرچشمے اور کارنامے ہیں جو آپ کو عزت و سروری
سے بہرہ ور کریں

میں نے پیش آنے والے خطرناک حوادث کے لئے بھرپور زرہ، تیز رفتار مضبوط گھوڑا،
آبدار تیز تلواریں جو خود اور زرہ کو کاٹ ڈالتی ہے تیار کی ہے۔
میرے کتنے ہی ایسے نیک بھائی تھے جن کی میں نے اپنے ہاتھوں سے قبر تیار کی پھر اس
حالت میں نہ تو میں گھبرایا نہ بے قرار ہوا کیونکہ میرے رونے کا کچھ فائدہ بھی نہیں تھا۔
جن لوگوں سے مجھے پیار تھا وہ تو چل بے ان کے بعد تو میں تلوار کی مانند اکیلا رہ گیا
ہوں۔

زمانہ جاہلیت کی نشر کے نمونے۔

ضرب الامثال

عربوں کی چند مشہور ضرب الامثال:-

- 1- اذا سلمت الجلة فالینب ہدر (جب قریب مضبوط اونٹ بیچ جائیں تو بوڑھی
اونٹنیوں کا خون معاف ہے) یعنی اگر مفید چیز موجود رہے اور نکلی چیز ضائع ہو جائے تو
کوئی دکھ نہیں ہوتا
- 2- ان كنت ربحا فقد لا قیت اعصارا (اگر تو ہوا ہے تو تجھے بگولال گیا) جب
کوئی فخریہ لہجہ میں اپنی بڑائی بیان کر رہا ہو اور دوسرا اسے اس سے بڑھ کر مل جائے تو
یہ مثال دی جاتی ہے۔
- 3- انک لا تجنی من الشوک العنب تم کانٹوں (والے درخت) سے انگور نہیں
جن سکتے یعنی برے ماحول میں تمہیں اچھا فرد نہیں ملے گا
- 4- ذکرنی فوک حماری اہلی (تیرے منہ نے تو مجھے میرے گھر کے دو گدھے
یاد کروادیئے) دراصل واقعہ یہ ہے کہ ایک آدمی کے دو گدھے گم ہو گئے جو سیاہ رنگ
کے تھے راستے میں اسے ایک عورت ملی جس کی آواز بہت دلکش تھی وہ اس سے باتوں

- میں مشغول ہو گیا اور اسے اپنے گدھوں کا خیال نہ رہا کچھ دیر کے بعد جب عورت نے کسی وجہ سے نقاب اٹھایا اور اس کا مکروہ چہرہ نظر آیا تو اس نے یہ الفاظ کہے۔
- 5- تجشع لقمان من غیر شبع (لقمان نے خالی پیٹ ڈکاریں لیں) بلا حقیقت لمبے چوڑے دعویٰ کرنے والے کے لئے یہ مثل بولی جاتی ہے۔
- 6- رمتنی بدائھا وانسلت (مجھ پر اپنی بیماری پھینک کر بھاگ گئی) اپنے نقائص اور عیوب دوسروں کے ذمے لگانے والوں کے متعلق یہ مثال بولی جاتی ہے۔
- 7- رب کلمۃ تقول لصاحبہ ادعنی (بعض الفاظ خود بولنے والے کو کہتے ہیں ہماری جان چھوڑو) فضول اور بے ہودہ باتیں کرنے والوں کے لئے مثال پیش کی جاتی ہے تاکہ لوگ بکو اس سے اکتانہ جائیں
- 8- اسر حسوا فی ارتغاء (جھاگ نکالنے کا بہانہ کیا لیکن چپکے سے دودھ کی گھونٹ پی گیا) جو آدمی بظاہر کسی کی خیر خواہی کرے لیکن اندر سے اپنا مفاد پیش نظر ہو تو اس کے لئے یہ مثال پیش کی جاتی ہے 'در اصل جب کسی کے پاس دودھ آتا ہے تو وہ اس کے اوپر سے جھاگ نکالنے کا دکھاوا کرتا ہے مگر اس سے دودھ بھی پی لیتا ہے۔
- 9- اوسعتهم سباوا ودوا بالابل (میں نے انہیں گالیاں تو خوب دیں لیکن وہ اونٹ بھاگ کر لے گئے) دراصل ایک شخص کے اونٹوں کو حملہ آور لے بھاگے جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے تو یہ پاڑی پر چڑھ کر خوب گالی گلوچ کرنے لگا واپسی پر جب لوگوں نے اونٹوں کی بابت پوچھا تو اس نے یہ جواب دیا
- 10- احشفاو سوء کیلة؟ (ایک تور دی کجور اور پھر ناپ میں بھی کی؟) جس شخص میں ایک ساتھ دو بری خصلتیں جمع ہو جائیں جیسے (ایک کرپلا دو سرانیم چڑھا)
- 11- قد یحمل العیر من ذعر علی الاسد (گھبراہٹ میں کبھی گدھا شیر پر حملہ آور ہو جاتا ہے) جو شخص گھبراہٹ و دہشت یا بے بسی کے عالم میں خلاف توقع بہادری اور دلیری کا مظاہرہ کرے تو یہ مثل پیش کی جاتی ہے۔
- 12- قبل الرمی یواس السهم (تیر مارنے سے قبل تیر کے پر جمائے جاتے ہیں) کام کرنے سے پہلے اس سے متعلقہ امور کا بندوبست کیا جاتا ہے۔

حکیمانہ مقولے۔

عربوں کے چند مشہور حکیمانہ مقولے:-

- 1- مصارع الرجال تحت بروق الطمع (فریب کی چمک سے لوگ دھوکہ کھا کر نقصان اٹھاتے ہیں)
- 2- کلم اللسان انقی من کلم السنان (زبان کا زخم نیزہ کے زخم سے زیادہ تکلیف دہ اور گہرا ہوتا ہے)
- 3- رب عجلة تهب ريشا (بعض اوقات جلد بازی تاخیر کا باعث بنتی ہے)
- 4- العتاب قبل العقاب (سزا سے پہلے ڈانٹ ڈپٹ ضروری ہے)
- 5- التوبة تغسل الحوبة (توبہ تمام گناہوں کو دھو دیتی ہے)
- 6- من سلك الجدد امن العشار (جو سیدھی راہ پر چلتا ہے ٹھوکر دوں سے محفوظ رہتا ہے)
- 7- اول الحزم المشورة (احتیاط کی ابتدا مشورہ سے ہوتی ہے)
- 8- رب قول انفذ من صول (بعض دفعہ کوئی بات حملہ سے زیادہ کارگر ثابت ہوتی ہے)
- 9- انجز حرم اوعد (شریف انسان جو وعدہ کرتا ہے پورا کرتا ہے)
- 10- اترك الشر يتركك (تم برائی کو چھوڑ دو برائی تمہیں چھوڑ دے گی)
- 11- من ضاق صدره اتسع لسانه (جب کسی کا دل تنگ ہو جاتا ہے تو زبان کھل جاتی ہے)
- 12- يدك منك وان كانت شلا (تمہارا ہاتھ شل بھی ہو تو تمہارا ہی ہوگا)
- 13- رب ملوم لا ذنب له (بعض اوقات ملامت زدہ بے قصور بھی ہوتا ہے)
- 14- من مامنه يوتي الحذر (چالاک اور ہوشیار شخص کو وہیں سے نقصان پہنچتا ہے جہاں سے وہ بے فکر ہوتا ہے)

عرب کے خطبات:-

ہانی بن قیسہ شیبانی نے اپنی قوم کو جنگ پر ابھارتے ہوئے تقریر کی 'اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ زمانہ جاہلیت کی نثر میں معانی کی بندش کس قدر ڈھیلی اور جملوں کا باہمی ربط کس قدر ڈھيلا تھا۔

"اے خاندان بکرا عذر کے ساتھ مرجانے والا بھاگ کر جان بچانے والے سے بہتر ہے 'چالاکی یا ہوشیاری تقدیر سے نہیں بچا سکتی' صبر کامیابی کا ذریعہ ہے 'ذلت کی زندگی سے عزت کی موت قبول ہے' موت کے سامنے آنا پیچھے سے آنے سے بہتر ہے' کولہوں اور پٹھوں پر نیزے کھانے سے سینے پر نیزے کھانا بہتر ہے' اے آل بکرا جنگ کرو کیونکہ موت سے نجات کی کوئی شکل نہیں ہے۔

جس پر فتح پانے کے بعد عبدالطلب نے فاتح سیف بن ذی یزن کے دربار میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔

اے بادشاہ سلامت! اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہایت اعلیٰ و ارفع مقام بخشا ہے 'عزت اور شوکت سے نوازا ہے' ایسے خاندان میں پیدا کیا جس کا نسب سلسلہ بہت اعلیٰ ہے جس کی بنیاد شرافت اور عزت پر قائم ہے جس کی شاخیں شریف خاندانوں اور پاکیزہ مقامات میں پھیلی ہوئی ہیں 'آپ بلند اقبال ہیں عرب کے رئیس اور ان کی ایسی فصل بہار ہیں جس سے وہ سبھی سرسبز و شاداب ہوتے ہیں آپ عربوں کے ہر دلعزیز حکمران ہیں آپ ہی وہ مضبوط ستون ہیں جس پر عرب کی عمارت قائم ہے آپ ایسی پناہ گاہ ہیں جہاں عرب آکر پناہ لیتے ہیں 'آپ کے اسلاف بہترین انسان تھے اور ان کے بعد آپ ہمارے لئے ان کے بہترین خلف ہیں 'جو آپ جیسا خلف چھوٹ جائے وہ کبھی فنا نہیں ہو سکتا' اور جس کے آپ سلف ہیں وہ کبھی گناہ نہیں ہو سکتا' اے بادشاہ ہم حرم خداوندی میں رہنے والے اور خانہ خدا کے متولی اور خادم ہیں 'ہمیں آپ کی خدمت میں وہ آرزو لے آئی ہے جس نے ہم کو ہماری پر آشوب زندگی سے نجات کی خوشخبری دی ہے ہمارا یہ وفد آپ کے پاس کسی مصیبت پر تعزیت کے لئے نہیں بلکہ فتح پر مبارکباد دینے کے لئے حاضر ہوا ہے۔

عربوں کی چند وصیتیں:-

زہیر بن جناب کلبی اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے کہتا ہے۔

میرے بیٹو! میں اب بوڑھا ہو چکا ہوں میں نے زمانہ بھر عمر گزاری ہے مجھے تجربات نے ٹھوکریں لگا کر مضبوط بنا دیا ہے، تجربات اور آزمائش ہی دراصل زندگی ہے، جو میں آپ سے کہنے والا ہوں کان لگا کر سنو! اور دل لگا کر یاد کر لو، خبردار! مصیبت کے وقت بے ہمت نہ ہونا۔ اپنے کاموں میں دوسرے کے سارے کی امید نہ رکھنا، کیونکہ اس سے تمہیں غمی اور تمہارے دشمنوں کو خوشی ہوگی۔ جس کی بناء پر تم اللہ تعالیٰ سے بدگمان ہو جاؤ گے دیکھو! زمانہ کی گردشوں کو مذاق سمجھتے ہوئے ان سے بے خوف نہ ہو جانا کیونکہ جس قوم نے بھی انقلابات زمانہ کا مذاق اڑایا وہ آزمائشوں میں کمر لٹی تم ان کے ٹھکرے ہو، اس لئے کہ دنیا میں انسان اس نشانہ کی طرح ہے جسے تیر اندازوں نے تختہ مشق بنا رکھا ہو ہو سکتا ہے تیرا تیر وہاں تک پہنچتا ہی نہ ہو اور دائیں بائیں سے گزر جاتا ہو، یہ بھی تو ہے کہ کسی وقت کوئی تیر واقعی ٹھیک نشانہ پر ہی لگ جائے۔“

ایک دیہاتی عرب عورت نے اپنی بیٹی کو سہاگ رات کے موقع پر یہ وصیتیں کیں

”پیاری بیٹی! اگر کسی کے باادب اور صاحب فضیلت ہونے کی بناء پر اسے وصیت سے بالاتر سمجھا جاتا تو اس لائق سب سے زیادہ آپ تھیں لیکن یہ وصیت غافل کے لئے تنبیہ اور عقید کے لئے مددگار ہوتی ہے، پھر اگر ماں باپ کی اس سے محبت اور شدید پیار کی وجہ سے کوئی عورت خاوند سے بے نیاز ہوتی تو وہ تم ہی ہو سکتی تھی۔“

اے بیٹی! آج تو اس ماحول کو چھوڑ رہی ہے جس میں تو پیدا ہوئی۔ آج تو اس دیکھے بھالے گھر اور مانوس ساتھیوں سے ایک ایسے گھر میں جا رہی ہے جو اجنبی ہے وہاں کے مکین ابھی غیر مانوس ہیں، میری دس نصیحتیں ہیں انھیں ذہن نشین کر لے تجھے فائدہ دیں گی۔

1۔ اپنے شوہر کے ساتھ صبر، شکر سے رہنا

2۔ خندہ پیشانی سے اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتی رہنا

3۔ اس کی نگاہوں کو سمجھنا اور ایسا موقع نہ دینا کہ اس کی آنکھیں تیرے کسی عیب پر پڑ جائیں

4۔ اس کے کھانے کے اوقات معلوم کر لینا۔

5۔ اس کے سونے کے وقت خاموش رہنا کیونکہ بھوک کی گرمی غصہ لاتی ہے اور آرام میں

خلل اندازی نفرت اور عداوت کا باعث بنتی ہے۔

- 6- اگر وہ پریشان حال ہو تو اس کے سامنے خوشی کا اظہار نہ کرنا
- 7- اگر وہ خوش ہو تو تو غمزہ نہ ہونا، کیونکہ پہلی عادت بد تمیزی ہے اور دوسری اس کی کوفت کا باعث ہے۔
- 8- اگر اس سے زیادہ تعظیم اور احترام ملحوظ رکھنا، تو وہ بھی تیری عزت کرے گا
- 9- اور یقین کر لے تجھے حقیقی خوشی اور مسرت اس وقت حاصل ہوگی کہ جب تو اپنی چاہت اور مرضی کو اس کی چاہت اور مرضی پر قربان کر دے گی۔
- 10- اور اپنی خواہش کو اس کی خواہش کے آگے جھکا دو خواہ اس کو تو پسند کرے یا نا پسند کرے اللہ اس میں تمہارا بھلا کرے گا۔

ایک بدوی نورت اپنے لڑکے کو وصیت کرتے ہوئے کہتی ہے:-

میرے بیٹے! بہتان تراشی سے بچ، کیونکہ یہ رنجش کا باعث بنتی ہے اور اس سے دوستوں کے درمیان جدائی پیدا ہو جاتی ہے، دوسروں کی عیب جوئی سے بچ کیونکہ تو بھی اس کا نشانہ بن سکتا ہے ممکن ہے تیروں کی بوچھاڑ میں نشانہ جم نہ سکے لیکن لگاتار تیر لگنے کی وجہ سے وہ بودا اور کمزور تو ہو ہی جائے گا۔ دین میں سخاوت اور مال میں بخل سے بچتے رہنا اگر کبھی تجھے احسان یا مدد کی ضرورت پڑ جائے تو ایسے نخی کا دروازہ کھٹکھٹانا جو تمہاری ضرورت کو دیکھ کر نرم پڑ جائے کینے کے دروازے پر مت جانا کیونکہ سخت پتھر میں پانی نہیں پھوٹتا، تو لوگوں میں سے اپنے لئے صرف اسے نمونہ بنا جو تجھے اچھا لگے اور پھر اس کے مطابق عمل پیرا ہو جا، اور جس کا کام تجھے برا لگے اس سے بچ جا، کیونکہ آدمی کی نگاہ اس کی برائیوں پر نہیں پڑتی۔ جو بظاہر خندہ پیشانی سے پیش آتا ہو لیکن اس کا عمل اس کے برعکس ہو تو اس کا دوست بھی اس سے ہوا کی طرح رخ پھرتا رہے گا۔ انسانوں کی بدترین عاداتیں بے وفائی اور دھوکہ بازی ہیں، جس میں تخیل کے ساتھ سخاوت بھی ہو تو گویا اس نے اپنا لباس بہت اچھا اور عمدہ بنالیا

تیسری فصل شاعری۔

شعر کی تعریف اور اس کی ابتدا:-

”شعر وہ موزوں و مستفی کلام ہے جو عمدہ خیالات کی ترجمانی اور پراثر و معنی خیز مناظر کی

عکاسی کرے شعر بھی نثر میں ہوتا ہے اور بھی نظم میں، شاعری کو شعور و احساس کے ساتھ تعلق اور طبیعت کے ساتھ لگاؤ کی بناء پر نیز عقلی ترقی، علمی گہرائی اور تمدنی فوقیت کی عدم ضرورت کی بناء پر تمام ادبی آثار پر تقدم حاصل ہے عربوں کے ہاں شاعری کے آغاز کی تاریخ نہیں ملتی لیکن یہ حقیقت ہے کہ جب تاریخ نے شاعری کو سنا تو وہ پختہ اور قصیدہ کی شکل اختیار کر چکی تھی لیکن عقل یہ تسلیم کرنے سے قاصر ہے کہ شاعری ابتدائی زندگی میں ہی اس قدر پاکیزہ، عمدہ اور حسین شکل میں رونما ہوئی ہو جیسی کہ وہ صہل بن ربیعہ اور امرؤ القیس کے شعروں میں نظر آتی ہے۔ جتنا اس پر مختلف ادوار گزرے ہوں گے اس پر حوادث زمانہ اثر انداز ہوئے ہوں گے، زبانوں نے اسے رواں کیا ہو گا۔ تب جا کر اس کے اسلوب میں شائستگی اور اس کے موضوعات میں وسعت پیدا ہوئی ہو گی۔ ظن غالب یہ ہے کہ عربوں نے مرسل نثر سے مسجع نثر کی طرف قدم بڑھایا ہو گا۔ پھر مسجع سے رجز کی طرف ترقی کی ہو گی پھر بد رجز رجز سے قصیدہ کی طرف عروج کیا ہو گا۔ مسجع نثری شعر کی اقسام میں سے سب سے پہلی قسم ہے، جسے کاہنوں نے اپنے دیوتاؤں سے سرگوشیاں کرنے، حکیمانہ مقولوں کی حفاظت کرنے، پہیلیوں میں جوابات دینے اور سامعین کو حیران کرنے کے لئے اختیار کیا تھا یونانی کاہنوں کی طرح یہاں بھی عرب کاہن ہی شاعری کی بنیاد قائم کرنے والے تھے ان کا خیال تھا کہ ان پر الہام نازل ہوتا ہے اور وہ دیوتاؤں سے مناجات کرتے وہ ترانوں کے ذریعے ان سے رحم کی درخواست کرتے اور دعاؤں کے ذریعہ ان سے الہامات کے طلب گار ہوتے پھر وہ ان کے رازوں کو مقفی و موزوں فقرہوں کے ذریعہ عوام کو بتاتے اور وہ اسے ”مسجع“ کا نام دیتے اسے وہ کوثر کی جمع کے مشابہ قرار دیتے تھے کیونکہ کوثر کی آواز کی طرح اس میں بھی ایک ہم آہنگ نغمہ پیدا ہو جاتا تھا۔

جب ان میں غناء اور موسیقی کا ذوق پروان چڑھا تو شاعری عبادت گاہوں سے نکل صحرا میں داخل ہوئی اور دعا سے نکل کر حدی خوانی کا کام دینے لگی۔ چنانچہ وہ قافیہ اور وزن کے باہم مل جانے سے رجز کی شکل اختیار کر گئی۔

چونکہ راگ اور سرکنی قسم کے ہوتے ہیں اس لئے شاعری کے بھی کئی اوزان بن گئے حماسہ کے لئے الگ وزن، غزل کے لئے ایک وزن، اور ہزج کے لئے الگ وزن بنا تو اس طرح یہ اوزان وجود میں آئے، جنہیں خلیل بن احمد نے چہرہ اوزان شمار کیا ہے اور ان اوزان کا نام ”بحرین“ رکھا ہے۔

آپ نے دیکھ لیا کہ شاعری کا مصدر غناء ہے جمع نے کوثر کی آواز سے رجز نے اونٹوں

کی چال اور حرکت سے جنم لیا ہے اور لفظ شعر عبرانی لفظ ”شیر“ سے ماخوذ ہے اس کے معنی راگ اور سر کے ہیں، نیز آج تک شعر پڑھنے کے لئے عربی میں ”انشاد“ (گانا) کا لفظ استعمال کرنا اس قول کی مکمل تائید و حمایت کرتے ہیں، کہ واقعی شعر کا باخذ موسیقی اور غناء ہے۔

شاعری اور عرب :-

سامی اقوام میں عرب لوگ فطرتی طور پر شاعری پر زیادہ عبور رکھتے ہیں اور وہ شاعری پر مکمل قدرت رکھتے ہیں، کیونکہ مفہیم و مضامین کی ادائیگی کے لئے ان کی زبان میں بہت زیادہ وسعت ہے اور ان کا ماحول خیال آفرینی کے لئے بہت موزوں و مناسب ہے، ان کی طبیعتیں سادہ اور پاکیزہ ہیں، اور ان میں قوت عصیت اور کامل آزادی پائی جاتی ہے ان کا جزیرہ ایسی تمام رکاوٹوں اور موانع سے خالی ہے جو ذہن کی فکری ترقی کی راہ میں حائل ہوتے ہیں وہ آسمان اور صحرا کے درمیان ایسی لا انتہا فضا میں ہیں جو دل و دماغ کو خوبصورتی، جلال اور افکار و خیالات سے معمور کر دیتی ہیں، علاوہ ازیں ان کی طبیعتیں حساس، شاعرانہ اور پر جوش ہیں خوشی اور غمی کے جذبات انہیں فوراً متاثر کرتے ہیں عیش و مسرت اور غم و غصہ ان کو بہت جلد بے خود کر دیتا ہے۔ چنانچہ جو خیال بھی ان کے دل میں آیا یا انہیں جس چیز کا بھی احساس ہوا انہوں نے بغیر انتظار کے فوراً اسے نظم کر دیا، یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری ان کے علوم و عرفان کا مخزن، ان کے کردار اور جنگی واقعات کی دستاویز، ان کے غلط اور صحیح کی آئینہ دار اور ان کی گفتگو اور شبانہ قصہ گوئیوں کا نچوڑ ہے، وہ تمام شاعری کے راوی تھے ان کی شاعری کا اکثر حصہ برجستہ اور آمد ہے چنانچہ ان کی شاعری میں وجدانی یا قلبی احساسات کی عکاسی کرنے والا حصہ اس قدر وافر مقدار میں ہے کہ اس کی مثال دنیا کی کسی اور قوم میں نہیں ملتی، شاعری کی اس درجہ مقبولیت پر کوئی حیرانی نہیں ہے کہ ایک شاعر عربوں کو اپنے اشعار کی وجہ سے گمراہ کرنے یا صحیح راہ دکھانے میں کامیاب ہو جاتا ہو، یا محض ایک ہی شعر ان کو ہوشیار کر دیتا یا ست کر دیتا ہو، عربوں کے دلوں میں شاعری کی تاثیر اور شاعروں کی جو قدر و منزلت تھی تاریخ میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں، اس سلسلہ میں امی، معلق، حسان، بنو عبد المدا ان، حنیہ اور بنو انف الناقہ کے قصے خاص طور پر مشہور و معروف ہیں۔

شاعری کی اقسام اور اس کے اغراض و مقاصد

شاعری کی تین قسمیں ہیں۔

1۔ غنائی یا وجدانی شاعری:-

جس میں شاعر اپنی طبیعت سے مدد لیتا، اپنے قلبی واردات بیان کرتا اور اپنے احساسات کی ترجمانی کرتا ہے۔

2۔ قصی یا بیانیہ شاعری:-

جس میں جنگی واقعات اور قومی مفاخر قصے کی شکل میں نظم کئے جاتے ہیں مثلاً ہومر کی ایلید اور فردوسی کا شاہنامہ اسلام

3۔ تمثیلی یا ڈرامائی شاعری:-

کہ شاعر ایک واقعہ کو اپنے ذہن میں رکھتا ہے پھر اس کہانی کے حسب حال افراد (کردار) اپنے ذہن میں پیدا کرتا ہے پھر ان میں سے ہر ایک سے موقع و محل کے مطابق باتیں کرواتا اور مناسب حال کام کرواتا ہے شاعری کی اقسام میں سب سے پہلی غنائی قسم ظہور پذیر ہوئی کیونکہ شاعری کی اصل غناء جیسا کہ آپ جان چکے ہیں۔ دو سرا یہ کہ انسان دو سروں کو جاننے سے پہلے خود اپنے آپ کو پہچانتا ہے اور دو سروں کے احساسات و جذبات کو نظم کرنے سے پہلے وہ خود اپنے جذبات و احساسات نظم کرتا ہے۔

شاعری کا مواد چونکہ خیالات ہیں اور خیالات کی غذا محسوسات ہیں ایک عربی اپنے سامنے دیہاتی مناظر کے سوا کچھ نہیں دیکھتا جنگ اور بہادری کے واقعات کے سوا کوئی قصہ نہیں سنتا، عورت کے سوا اسے کہیں حسن و جمال نظر نہیں آتا چنانچہ اس نے اپنی مشاہداتی دنیا میں جو جانور، نرم زمین اور پہاڑ وغیرہ دیکھے ان کا انوکھے انداز سے تذکرہ کیا، بہادری اور جنگ کے جذبات کی نہایت عمدہ پیرایہ میں ترجمانی کی، عشق و محبت کے ہاتھوں تشبیب و فزل کے نت نئے اسلوب نکالے۔

الغرض عربی شاعری تمام کی تمام غنائی ہے، جس میں شاعر صرف اپنے نفس کی منظر کشی

اور اپنے احساسات اور مشہودات کی عکاسی کرتا ہے جبکہ احساسات چونکہ اکثر دلوں میں ایک ہی قسم کے ہوتے ہیں اور ان جذبات و واردات کا بیان بھی مختلف زبانوں میں تقریباً ایک ہی قسم کا ہوتا ہے، لہذا عربی شاعری میں مضامین کا تکرار، افکار کا توارد، مضامین کی چوری، اسلوب کی یگانگت و وحدت اور اثرات میں مشابہت پائی جاتی ہے انہی وجوہات کی بناء پر زہیر کا یہ قول برحق ہے۔

ما ارانا نقول الا معاراً او معاداً من لفظنا مكروراً
میرے خیال میں جو ہم کہتے ہیں وہ مضامین مستعار ہوتے ہیں یا ہمارے ہی دہرائے ہوئے یا تکرار الفاظ ہوتے ہیں۔

قصی اور ڈرامائی شاعری کا وجود عربوں کی شاعری میں ناپید ہے کیونکہ یہ دونوں اقسام میں طبع آزمائی کے لئے سوچ و بچار اور غور و فکر کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ عرب بدیعہ گوئی اور برجستگی کے عادی ہیں پھر اس میں جولانی کے لئے دوسرے لوگوں کی طبیعتوں کا بھی مطالعہ کرنا پڑتا ہے لیکن وہ تو اپنے آپ میں اس قدر منہمک تھے کہ انہیں دوسروں کو دیکھنے کی فرصت ہی نہیں، علاوہ ازیں یہ اقسام تفصیل اور تطویل کی محتاج ہیں جبکہ اہل عرب سختی سے اختصار کے پابند تھے اور بحث و تمحیص میں بہت کم دلچسپی لیتے تھے، اور پھر انہیں دور دراز کے سفروں اور شدید خطرات سے بھی بہت کم واسطہ پڑتا تھا اور سرزمین عرب کی طبعی حالت، ان کی دینی بساط، خیالات کی تنگی اور توحید الہی کا اعتقاد یہ سب ایسے عناصر تھے جنہوں نے اہل عرب کو ان قصے کہانیوں اور ڈرامائی کہانوں سے محروم کر رکھا تھا جو قصی شاعری کے سرچشمے ہوتے ہیں، چنانچہ عربی شاعری کا سمندر فخر، حماسہ، مدح، ہجو، مرہیہ، عتاب، غزل، تشبیب، وصف، احتذار اور حکیمانہ افکار سے ٹھانٹیں مار رہا تھا اس قدر وسعت اور متعدد مضامین کے باوجود عربی شاعری ان طویل جنگی تفصیلی واقعات سے خالی پڑی ہے جن سے قابل فخر قوی کارناموں کا اعلان ہو یا قوم کے بہادروں اور سپہدوں کا تذکرہ ہمیشہ تک قائم رہ سکے جس طرح یونانیوں کے لئے ایلیڈ، رومیوں کے لئے یینیڈ، ہندوؤں کے لئے مہا بھارت اور ایرانیوں کے لئے شاہنامہ ہیں۔

جاہلی شاعری کے امتیازات:-

صحرائی درشتی، روکی زندگی، آزادی فکر، آب و ہوا کا طبعی اثر، بدوی سادگی یہ وہ عوامل ہیں جنہوں نے جاہلی شاعری کو ایک خاص رنگ میں رنگ دیا تھا اور اس میں امتیازی شان

پیدا کر دی تھی اس کی خصوصیات میں نمایاں خصوصیت سچائی اور راستی ہے، یعنی کسی جذبہ کی حقیقی تصویر کشی، فطرت کی صحیح عکاسی ہے کہ نہ تو آپ کو اس میں ظاہری تصنع و بناوٹ نظر آئے گی اور نہ ہی ادائیگی میں تکلف محسوس ہو گا اسی بناء پر جاہلی شاعری میں اختصار کی کثرت، مبالغہ کی قلت اور مبالغہ کی کمی ہے، لیکن اس میں منطقی طریقوں اور طبعی تقاضوں کے مطابق فکر کے تسلسل اور ترتیب پر بہت کم توجہ دی گئی ہے لہذا معانی و مضامین کا تعلق بہت کمزور پڑ جاتا ہے، اشعار کی ترتیب بے جوڑ اور بے ربط ہوتی ہے حتیٰ کہ اگر آپ کسی شعر کو حذف کر دیں یا اس میں تقدیم و تاخیر کر دیں تو قصیدہ میں کوئی خامی یا کمزوری محسوس نہیں ہوگی کیونکہ دیہاتی فطرتی طور پر فلسفیانہ سوچ و نگاہ نہیں رکھتے، وہ حوادث اور اشیاء کو الگ الگ خیال کرتے ہیں جنہیں کوئی تعلق یا رشتہ باہم نہیں ملتا اسی وجہ سے عرب ادیبوں کے نزدیک تنقید کا معیار الگ الگ شعر ہوتا تھا نہ کہ پورا قصیدہ

علاوہ ازیں جاہلی شاعری کی خصوصیات میں غریب الفاظ کا استعمال، ترکیب کی متانت اور الفاظ کی شان و شوکت ہیں یہ ان کے طبعی اور اجتماعی نظام میں بدویانہ قوت اور ورشتی کے تاثر کو ظاہر کر رہے ہیں، نیز ان کی شاعری کا آغاز کھنڈرات اور مکانات کے ذکر سے ہوتا ہے، کیونکہ وہ خانہ بدوش تھے آج یہاں جیسے نصب کر لئے تو کل وہاں سے اکھاڑ لئے، چنانچہ جب بھی کوئی شاعر پہلی جگہ سے گزرتا تو اسے جتا ہوا وقت یاد آ جاتا وہ ان دوستوں کو یاد کرتا جو اسے چھوڑ کر چلے گئے تھے پھر اس کی یادیں اسے بے قرار کر دیتیں چنانچہ وہ اس جگہ کو دعائیں دیتا اور اس کی یادیں اسے رلا دیتیں، الغرض مجموعی طور پر جاہلی شاعری میں مشابہت زیادہ اور نیرنگی کم پائی جاتی ہے اور وہ شاعر سماع اور تخلید کے ایک ہی میدان میں دوڑتا ہے۔

روایت شعر اور معلقات :-

زمانہ جاہلیت کی اس مختصر مدت میں جو شاعری روایت کی گئی ہے وہ اس قدر زیادہ ہے کہ اس کا جمع کرنا مشکل ہے اور حافظہ اس کو یاد کرنے سے قاصر ہے، حالانکہ اس کے راویوں کا بہت بڑا حصہ فاتحانہ جنگوں میں مرجانے کی وجہ سے ضائع ہو گیا ہے، ابو العلاء المعری کا مقولہ ہے کہ ”تم تک جاہلی شاعری کا بہت کم حصہ پہنچا ہے اگر اس کا دوا فر حصہ پہنچتا تو تمہیں علم و حکمت اور شعر کا بہت زیادہ حصہ ملتا“ لیکن اس میں سے بھی اکثر حصہ کی زمانہ جاہلیت کی طرف نسبت مشکوک اور غیر صحیح ہے، کیونکہ دوسری صدی ہجری تک شاعری مدون نہیں ہوئی تھی اتنے طویل عرصے

تک شاعری کا زبانی نقل ہوتے رہتا اس میں تبدیلی، اضافہ اور مصنوعی اشعار کے جگہ پانے کا احتمال رہتا ہے۔

دور جاہلیت کی شاعری کے مشہور راوی حماد اور خلف الاحمر کے متعلق شاعری کو باذوق بنانے اور من گھڑت اشعار کو جاہلی شاعروں کی طرف منسوب کرنے کے جو قصے مذکور ہیں ان سے اس گمان کی تائید ہوتی ہے، شاید وہ انچاس (49) قصیدے جنہیں ابو زید قرشی نے عمرة اشعار العرب میں جمع کیا ہے قدیم شاعری کی سب سے صحیح روایت ہیں اور جاہلی شاعری کے اسلوب اور طرز کی جی مثال ہیں پھر ان میں بھی روایت کے لحاظ سے سب سے مستند، حفظ و عنایت کے اعتبار سے سب سے زیادہ قابل اعتماد، وہ مقطعات یا مذہبات یا سموط ہیں جن کے متعلق غالب رائے یہ ہے کہ وہی ایسے سات قصیدے ہیں جو تمام مورخین کے خیال کے مطابق اہل عرب کے منتخب قصائد تھے جنہیں آب زر سے دلیلوں پر لکھوا کر اظہار مقبولیت اور دائمی شہرت کے لئے کعبہ پر آویزاں کر دیا گیا تھا، ان میں سے کچھ توفیح مکہ والے دن تک وہاں لٹکے ہوئے تھے اور کچھ اس آگ کی نذر ہو گئے تھے جو اسلام سے قبل خانہ کعبہ میں لگی تھی۔

ان سات قصائد کے کہنے والے یہ ہیں امرؤ القیس، زہیر بن ابی سلمیٰ، طرفہ بن العبد، ولید بن ربیعہ، عنترہ بن شداد، عمرو بن کلثوم، حارث بن عجلہ، بعض لوگ خانہ کعبہ پر لٹکائے جانے کی بلا دلیل اور بلا حجت قاطعہ کے اس کی تردید کرتے ہیں حقد میں اس خیال کے موید ابو جعفر النحاس (متوفی 338ھ) ہیں اور متاخرین میں جرمن مستشرق ٹولڈ کی ہیں حالانکہ اہم اوراق کو خانہ کعبہ پر لٹکانا زمانہ جاہلیت کا ایسا طریقہ ہے جس کے اثرات اسلام آنے کے بعد بھی باقی رہے، اس سلسلہ میں قریش کی وہ قرار داد بھی خانہ کعبہ پر لٹکائی گئی تھی جس میں انہوں نے رسول اکرم کی حمایت کرنے کی وجہ سے بنو عبد المطلب اور بنو ہاشم سے ترک موالات کا عہد کر رکھا تھا جب آپ نے انہیں اسلام کی دعوت دی تھی، نیز خلیفہ ہارون رشید نے بھی وہ عہد نامہ خانہ کعبہ پر آویزاں کیا تھا جس میں اس نے اپنے بعد اپنے دو بیٹوں امین اور مامون کو خلیفہ بنانے کا عہد کیا تھا پھر ان قصائد کو تسلیم کرنے میں کوئی ایسی رکاوٹ ہے جبکہ یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ عرب شاعری سے کس قدر متاثر ہوتے تھے اور ان کے ہاں شعراء کا کتنا احترام تھا اور پھر اس رسم کی مثالیں یونانی ادب میں بھی ملتی ہیں چنانچہ وہ قصیدہ جسے خنائی شاعری کے لیڈر بندار نے ڈیگورس کی مدح میں کہا تھا اسے بھی لنوس میں ایجنٹر کے عبادت خانے کی دیواروں پر آب زر سے لکھا گیا ہے۔

عہد جاہلیت کی شاعری کے نمونے۔

امروا القیس کے اشعار ہیں:-

وقد اغتدی والطیر فی وکناتھا۔ لغیث من الوسمی رائدہ خال
تحامہ اطراف الرماح تحامیا وجاد علیہ کل اسحم هطال
بعجلزہ قد اترز الجری لحمہا کمیت کانہا ہراوہ منوال
ذعرت بہاسربا نقیا جلودہ واکرعہ وشى البرود من الخال
کان الصوار اذ تجاہدن غدوہ علی جمزی۔ خیل تجول باجلال
فجال الصوار واتقین بقرب طویل القرا والروق اخنس ذیال
فعادیت منہ بین ثور۔ ونعجہ وکان عدائی اذ رکبت علی بالی
صبح صبح جب پرندے اپنے گھوٹلوں میں ہوتے ہیں موسم بہار کی پہلی بارش سے اگنے والی
ہریالی کے لئے جسے تلاش کرنے والے عموماً ناکام رہتے ہیں۔

نیزوں کی نوکیں اس کی خوب حفاظت کرتی ہیں اس علاقہ پر پانی سے بھرے ہوئے سیاہ
بادل خوب برستے ہیں۔

ایسے مضبوط قد آور گھوڑے پر سوار ہو کر لکٹا ہوں جسے مقابلے کی دوڑ نے چھریا بنا کر
جولاہے کی کھڑی کی اس لکڑی کی طرح کر دیا ہے جس پر وہ کپڑا بنتا ہے۔

میں نے اس گھوڑے کی بدولت نیل گایوں کے ریوڑ کو گھبراہٹ میں ڈال دیا جن کی
کھالیں نرم و صاف اور ٹانگیں دھاری دار تھیں

جب وہ گائیں بھاڑیں تھیں تو ایسے دکھائی دے رہا تھا گویا جھول پنے ہوئے گھوڑے
بھاگ رہے ہیں۔

یہ گائیں دوڑ کر ایک لمبے موٹے اور بڑے سیگوں والے لمبی دم اور چھٹی ٹاک والے
جنگلی تیل کی پناہ میں آگئیں

میں نے اس تیل اور نیل گائے کا تیزی سے تعاقب کیا جب میں سوار ہو گیا تو میں گھوڑا
دوڑانے میں بہت تجربہ کار تھا۔

کائی بفتحاء الجناحین لقوة علی عجل منها اطاطی شمالی
تخطف خزان الانعم بالضحی وقد حجرت منها ثعالب اوراں

كان قلوب الطير رطبا ويا بسا لدى وكرها۔ العناب والحشب البال
فلو ان ما اسعى لادنى معيشة كفانى۔ ولم اطلب۔ قليل من المال
ولكنما اسعى لمجد موئل وقد يدرك المجد الموئل امثالى
وما المثر ما دامت حشاشه نفسه بملرك اطراف الخطوب ولا آل
جب میں تیز رفتار گھوڑے کو ایڑ لگا رہا تھا تو مجھے ایسے دکھائی دیتا تھا کہ میں اپنے بازوؤں کو
موڑ کر جھپٹنے والے پھرتیلے عقاب پر سوار ہوں۔

جو چاشت کے وقت انیعم جگہ پر نر خرگوشوں کو اچک رہا ہو اور اس سے ڈرتے ہوئے
اور ال کی لومڑیاں اپنی جائے پناہ میں گھس گئی ہوں۔
اس گھونیلے کے ارد گرد پرندوں کے تر اور خشک دل اس طرح پڑے ہوئے ہیں گویا
ردی بھوریں یا عتاب ہیں۔

اگر میں ادنیٰ سی گزران کے لئے کوشش کرتا ہوتا تو مجھے اتنا تھوڑا سامان ہی کافی تھا۔
لیکن میں صرف اتنا کچھ نہیں چاہتا
لیکن میں تو پائیدار اور دائمی مجدد سروری کے حصول کے لئے کوشاں ہوں میرے جیسے
لوگ دائمی مجدد عزت کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔
جب انسان کے جسم میں جان باقی ہے وہ کوشش کے باوجود مصائب اور مشکلات کے
سروں اور کناروں کو نہیں پاسکتا۔

تابعہ ذبیانی کے اشعار:-

تابعہ ذبیانی اپنے قصیدے میں نعمان بن منذر کی مدح کے ساتھ ساتھ اس سے معذرت
خواہی بھی کر رہا ہے۔

اتانى۔ ابیت اللعن۔ انک لمتنى وتلك التى تستک منها المسامع
مقالة ان قد قلت سوف اناله وذاك من تلقاء مثلك رافع
لعمرى۔ وما عمرى على بهين لقد نطقت بطلا على الارافع
اقارع عوف لا احوال غیرها وجوه قروذ تبغى من تجادع
اتاک امرؤ مستبطن لی بغضة له من عدو مثل ذالک شافع
اتاک بقول هلهل النسج کا ذب ولم یات بالحق الذی هو ناصع
اتاک بقول لم اکن لاقوله ولو کبلت فی ماعدی الجوامع

اے بادشاہ سلامت! خدا آپ کا اقبال بلند کرے۔ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے مجھے ملامت کی ہے یہ ایسی خبر ہے جسے سن کر کان بہرے ہو جاتے ہیں۔

اور مجھے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں اس کی گرفت کروں گا، آپ جیسے مدوح کی طرف سے یہ تنبیہ خطرے کا الارم ہے۔

میری زندگی کی قسم، جبکہ میری زندگی میرے نزدیک کوئی معمولی چیز نہیں۔ لیکن یہ سب اقارع کے مجھ پر جھوٹے الزامات ہیں۔

اقارع سے میری مراد صرف قرطب بن عوف کی اولاد ہے اور کسی کی طرف میرا نشانہ نہیں ہے جن کے چہرے بند روں جیسے ہیں اور ان کی تو یہ خواہش رہتی ہے کہ کوئی نہ کوئی ان کے ساتھ لڑائی کرتا رہے۔

آپ کو یہ جھوٹی بات اس شخص نے سنائی ہے جو دل میں میرے متعلق کینہ چھپائے ہوئے ہے اور اسے اپنے جیسا ایک اور دشمن بطور سفارشی بھی مل گیا ہے۔

اس نے آپ کے ہاں آکر جھوٹی بات کو مریج مسالہ لگا کر بیان کیا ہے اس کی بات میں قطعاً کوئی سچائی یا صحت نہیں ہے۔

اس نے میرے متعلق ایسی بات منسوب کی ہے کہ اگر میرے ہاتھوں کو مسکڑیاں پسادی جائیں تو تب بھی میں ایسے الفاظ نہ کہوں۔

حلفت فلم اترك لنفسك ربة وهل يائمن ذوامة وهو طائع
بمصطحبات من لصادف و لبرة يرون الا لا سيرهن التدافع
سما ما ثباري الوبح خوصا عيونها لهن رزايا بالطريق ودائع
عليهن شعث عامدون لحجهم فهن كاطراف الحنى خواضع
لكلفتى ذنب امرى وتركته كذى المر يكوى غيره وهو رافع
فان كنت لا ذوالظفن عنى مكذب ولا حلفى على البراءة نافع
ولا انا مامون بشيئى اقولہ وانت بامر لا محالة واقع
میں نے آپ کے شک کو دور کرنے کے لئے قسم اٹھائی ہے کوئی فرمانبردار و دیدار انسان جھوٹی قسم نہیں کھاتا۔

میں ان اونٹنیوں کی جی قسم اٹھا کر کہتا ہوں جن کی آنکھیں دھنسی ہوئی ہیں اور ان کے بدن کمان کے سروں کی طرح جھکے ہوئے ہیں اور کچھ مرنے کے لئے راستے میں چھوڑ دی گئی ہیں۔ وہ ایک ساتھ تیز رفتاری سے پرندوں کی طرح مکہ کے راستوں کا فاصلہ طے کر رہی ہیں

اور ان پر پر اگندہ حاجیوں کا قافلہ سوار ہے۔

آپ دوسروں کے کئے ہوئے گناہوں پر میری گرفت کر رہے ہیں اور اس (مجرم) کو اس طرح چھوڑ رہے ہیں جیسے خارش اور اونٹ کو تو چرتا چھوڑ دیا جائے اور صحیح اور تندرست اونٹوں کو داغا جائے۔

اس کے باوجود بھی اگر دشمن کو میرے متعلق جھوٹا نہ کہا جائے اور براءت کے باوجود میری قسم مفید نہ ہو

اور میری سچائی کے دعوے پر اعتبار نہ کیا جائے اور لامحالہ آپ کا فیصلہ صادر ہونے والا ہو

فانک کا للیل الذی ہو مدر کی وان خلت ان المنتای عنک واسع
خطاطیف حجن فی حبال متینة تمد بها اید الیک نوازع
اتوعد عبدا لم یخنک امانة ویتروک عبد ظلم وهو ضالع
وانت ربیع ینعش الناس سنبه وسیف اعیرته المنیة قاطع
الی الله له الاعدله ووفاءه فلا النکر معروف ولا العرف ضائع
وتسقی اذا ما شئت غیر مصرد بزوراء فی حاناتها المسک کانع
تو آپ کی مثال رات کی سی ہے جو ہر چیز پر چھا جاتی ہے، خواہ میں اپنے دل میں یہ سمجھ لوں کہ آپ سے بھاگنے کی راہ بہت وسیع ہے لیکن پھر بھی آپ مجھ تک پہنچ جائیں گے۔

اگر کوئی آپ سے فرار ہونے کی کوشش کرے تو چاروں طرف مضبوط رسیوں سے بندھے ہوئے ایسے آنکڑے پڑے ہیں کہ وہ ان میں پھنس کر آپ کے پاس پہنچ جائے گا
کیا آپ اپنے اس غلام کو دھمکی دے رہے ہیں جس نے آپ کی امانت میں کبھی خیانت نہیں کی اور آپ جفاکار ظالم مجرم کو چھوڑ رہے ہیں۔

آپ موسم بہار کی مانند ہیں جس کا فیض عام کرنے والوں میں نشاط بخشا ہے اور وہ اٹھ جاتے ہیں اور آپ تیز تلوار ہیں جس کے کاٹنے میں موت پوشیدہ ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ تو انصاف اور وفا کا حامی ہے اس کے ہاں تو نہ نیکی برائی ہو سکتی ہے اور نہ برائی نیکی ہو سکتی ہے۔

آپ جب چاہیں آپ کو تو زوراء کے شراب خانوں سے مشک ملی ہوئی خالص شراب پلا دی جائے۔

درید بن الصمد نے اپنے بھائی کا مرقعہ کہا ہے (اور ساتھ ساتھ اپنی بیوی کا بھی تذکرہ کیا

ہے جس کو وہ طلاق دے چکا تھا)

ارث جدید الحبل من ام معبد بعاقبة ام اخلفت کل موعدا
وکانت ولم احمد الیک نوالها ولم ترج منا رده الیوم او غد
کان حمل الحی اذ متع الضحی بنا صیة الشحاء عصبه مزود
اولا ثاب الیم المحرم سوقه بکابة لم یخبط ولم یتعضد
فقلت لعارض واصحاب عارض ورهط بنی السوء والقوم شہدی
علانیة ظنوا بالفی مدجج سراتهم فی الفارس المسرد
وقلت لهم ان الا حالیف هذه مطبئة بین الستار و ثہمد
ولما رایت الخیل قبالا کانها جرا دیباری وجهہ الریح مغشدی
امرتهم امری بمنعرج اللوی فلم یستبینوا الرشدا الا ضحی الغد
کیا ام معبد نے کسی وجہ سے اپنا نیا عہد و پیمان کمزور کر دیا ہے یا ہر وعدہ کر کے خلاف

ورزی اس کا معمول بن چکا ہے؟

وہ اس طرح جدا ہو گئی کہ آج کل اس سے ملاقات کی بھی امید ختم ہو گئی دراصل میں
نے ہی اس کے طے کی تاندری کی

چاشت کی روشنی میں ناصیتہ الشحاء جگہ پر زنانہ حدود ایسے معلوم ہو رہے تھے
جیسے ان پر کوہ مزود کی بیل بوٹیاں چڑھی ہوئی ہوں۔

یا اثاب کے پھلے ہوئے درختوں کی طرح جن کے تنوں کو کاٹنا ممنوع ہو جن کے نہ پتے
بھاڑے گئے ہوں اور نہ ان کی شاخیں کاٹی گئی ہوں۔

میں نے اپنے بھائی عارض کو اس کے ساتھیوں کو نیز بنو سداء کی جماعت کو قوم کی
موجودگی میں کہا

علانیة اذرا ایرانی زرہ ملیوس دو ہزار مسلح بہادروں کا تصور کرو۔

اور میں نے انھیں یہ بھی کہا۔ کہ ان کے حلیف ستار اور شہد جگہ کے درمیان خیمہ زن

ہیں۔

جب میں نے شہسواروں کو سامنے آتے دیکھا تو وہ ایسے معلوم ہو رہے تھے جیسے صبح کی

ہوا کی مخالفت سمت اڑنے والے ٹڈی دل کا جم غفیر ہے۔

میں نے انھیں پھر اپنا ”منعرج اللوی“ کا مشورہ دیا لیکن ان پر حقیقت حال تو

دوسرے دن ہی صبح کے وقت ظاہر ہوئی۔

فلما عصونی کنت منهم وقادری غوايتهم انی بهم غیر مہتدی
 وهل انا الا من غزوة؟ ان غوت غویت وان ترشد غزوة ارشد
 دعانی اخي والخیل بینی وینہ فلما دعانی لم یجدنی بقعد
 اخ ارضعتنی امہ من لبانها بشدی صفاء یینا لم یجد
 فجئت الیہ والرماح تنوشہ کوقع الصیاحی فی النسیج الممدد
 وکنت کذات البو ربعت فاقبلت الی قطع من جلد ہو مجلد
 فطاعنت عنه الخیل حتی تنهت حتی علانی حالک اللون اسود
 قتال امری اسی اخاه بنفسہ ویعلم ان المرء غیر مغلد
 جب انہوں نے میری بات نہ مانی تو میں کیا کر سکتا تھا میں بھی انہی میں سے تھا لیکن میں ان
 کی نادانی کو دیکھ رہا تھا اور میں بھی ان کی وجہ سے غلط راہ پر چل رہا تھا۔

میں بھی لشکر کا ہی ایک فرد تھا اگر وہ گمراہ ہو گئے تو میں بھی گمراہ ہو گیا اگر وہ راہ راست
 پر تھے تو میں بھی راہ راست پر ہو جاؤں گا

جب میرے بھائی نے مجھے آواز دی تو اس وقت میرے اور اس کے درمیان شہسوار
 حاکل ہو چکے تھے تاہم جب اس نے مجھے بلایا تو میں نے بزدلی کا مظاہرہ نہیں کیا

وہ میرا ایسا بھائی تھا کہ جس کی ماں نے مجھے اور اسے مسلسل پاکیزہ چھاتی سے دودھ پلایا
 جب میں اس کے پاس پہنچا تو نیزے اس کے سینے میں اس طرح بیست ہو چکے تھے جیسے
 جولاہے کے آہنی کٹھے پھیلائے ہوئے کپڑے میں بیست ہوتے ہیں۔

میں اس وقت اس اونٹنی کی طرح تھا جس کے مردہ بچہ میں بھس بھر دیا گیا ہو وہ پریشان
 حال ہو کر پھر اسی بچہ کی طرف مائل ہو جائے۔

چنانچہ میں نے ان شہسواروں سے اپنے بھائی کی مدافعت میں نیزہ بازی کا اس طرح جم کر
 مقابلہ کیا بالآخر وہ شہسوار پیچھے ہٹ گئے یہ سلسلہ رات کی تاریکی چھا جائے تک جاری رہا
 میں نے مقابلہ کر کے ثابت کر دیا کہ میں اپنے بھائی کو اپنی جان کی طرح عزیز رکھتا ہوں
 اور جانتا ہوں کہ آدمی دنیا میں ہمیشہ زندہ نہیں رہتا

تنادوا فقالوا اردت الخیل فارسا فقلت: عبداللہ ذالکم الردی؟
 فان یک عبداللہ خلی مکالہ فما کان وقافا ولا طائش الید
 ولا برما اما الریاح تناوحت برطب العضاء والضریع المنضد
 ونخرج منه صرة القر جزءة وطول السوی دری غضب مہند

کمیش الازار خارج نصف ساقہ صبور علی الضراء طلاع النجد
قلیل تشکیہ المصیبات ذاکر فمّن الیوم اعقاب الاحادیث فی غد
لوگوں نے ہاہم پکارا اور کہنے لگے سواروں نے ایک شہسوار کو مار ڈالا ہے میں نے کہا
کیس وہ پھڑنے والا شہسوار عبد اللہ تو نہیں؟

تو کیا ہوا اگر آج عبد اللہ نے (بہادری دکھاتے ہوئے) اپنی جگہ خالی کر دی تو وہ نہ بزدل
تھا اور نہ ہی نا تجربہ کار تھا۔

نہ ہی وہ سخاوت ترک کرتا تھا اگرچہ سردی اور قحط میں حدود تیز ہوا کیں ہوں جو مضبوط
خاردار درختوں کو بھی جھنجھوڑ دیتی ہیں۔

سخت ٹھہرتی ہوئی سردیوں کے قحط کے زمانہ میں بھی وہ جانوروں کو ذبح کرتا تھا اور طویل
سڑوں میں ہندوستانی تاب ناک تلواریں اس کی رہتی ہوتی تھی اور وہ نہایت مستعد تھا۔

اس کی آدمی پٹلی تہ بند سے باہر رہتی تھی وہ مصائب پر بڑا صبر کرنے والا اور مصائب
میں بند چوٹیاں سر کرنے والا تھا۔

وہ تلکیوں کا شکار نہیں کرتا تھا اور اپنے تجربات کی روشنی میں کل کی باتیں آج ہی معلوم
کر لیتا تھا۔

ذا هبط الارض الفضاء تزینت لرو یتہ کالماتم المتبلد
وکم عارة باللیل والیوم قبلہ تلدارکھا منی بسید عمرد
سلیم الشطی عبل الشوی شبح النسا طویل القر انهد اسیل المقلد
یفوت طویل القوم عقد عذارہ منیف کجذع النخلۃ المتجرد
وکنت اکانی واثق بمصدر یحشی باکناف الجبیل فثمد
له کل من یلقی من الناس واحدا وان یلقی مثنی القوم یفرح ویزدد
وهون وجدی انی لم اقل له وکذبت ولم ابخل بما ملک یدی
جب وہ کسی کھلے اور خالی میدان میں پراؤ ڈالتا تو اس کی ملاقات کرنے والوں کی وجہ سے
وہاں اس قدر رونق اور زینت ہو جاتی کہ جنگل میں منگل ہو جاتا

اس سے کل دن رات کتنے ہی ایسے حملے تھے جن میں اس نے دلیری اور جراتمندی سے
میرا ساتھ دیا تھا۔

وہ اپنے مضبوط لمبی پشت بھرے سینہ والے گھوڑے پر سوار ہوتا جس کی ران کی رگیں
تھیں ہوئی تھیں

قوم کا لبے قد والا بھی اس کی کلٹی باندھنے کے لئے اس تک ہاتھ نہیں پہنچا سکا وہ اس کھجور کے لبے تنے کی مانند تھا جس کی شاخیں کاٹ لی گئی ہوں۔

اس کی وجہ سے میں اس قدر پر امن تھا جیسے میں اس کی پناہ میں ہوں جو جیل اور شہد جگہ پہ پھر رہا ہو

جب کوئی اکیلا اس سے ملتا تو وہ خوش ہوتا اور اگر وہ دو یا زیادہ لوگوں سے ملتا تو مزید خوش ہوتا

میرا غم اس وقت بہت ہلکا ہو جاتا ہے جب مجھے یہ خیال آتا ہے کہ میں نے اسے کبھی یہ نہیں کہا کہ تو نے جھوٹ بولا اور نہ میں نے اپنی دولت خرچ کرنے میں کبھی نکل سے کام لیا

علقمہ بن عبدہ تمیمی کے اشعار:-

طی بک قلب فی الحسان طروب' بعید الشباب عصر حان مشیب
یکلفنی لیلی' وقد شط ولیہا' وعادت عواد بیننا وخطوب
منعمۃ ما استطاع کلامہا' علی بابہا من ان تزار رقیب'
اذا غاب عنها البعل لم تفش سرہ' وترضی ایاب البعل حین یووب
فلا تعدلی بینی و بین مغمر' سفتک روایا المزن حین تصوب
سفاک یمان ذوحبی و عارض' تروح بہ جنح العشی جنوب
تجے تیرا دل بدست حسینوں میں لئے پھر رہا ہے جبکہ جوانی کے ذرا ختم ہو جانے کے بعد
بڑھاپے کا وقت قریب آگیا ہے۔

لیلی میرے لئے تکلیف دہ ہے' حالانکہ اس سے ملاقات کا وقت بہت دور ہو چکا ہے اور
ہمارے درمیان بہت سے موانع اور رکاوٹیں حائل ہو چکی ہیں۔

لیلی ناز و نعمتوں میں پلی بڑھی جس سے کلام کرنے کی ہمت نہیں کی جاسکتی اور پھر اس کے
دروازے پر ایک دربان ہے جو اس سے ملاقات سے مانع ہے۔

جب اس کا خاوند اس سے غائب ہوتا ہے تو وہ اس کا راز فاش نہیں کرتی اور جب بھی
اس کا شوہر واپس ہوتا ہے تو وہ اس کی خوشی کا باعث بنتی ہے۔

اے محبوبہ! تو مجھے اور ناکارہ آدمی کو برابر مت کر پانی سے لبریز بادل تجھے سیراب کریں
جب وہ برسیں

وہ تجھ پر خوب برسیں اور تیری زمین کو خوب پانی پلائیں وہ بادل جن کو جنوبی ہوا کھینچ لائی

وما انت؟ ام ما ذکرھا؟ ربعة یخط لها من ثر مداء قلب
 فان تسالونی بالنساء فانی بصیر بادواء النساء طیب
 اذا شاب راس المرء او قل ماله فلیس له من ودهن نصیب
 یردن ثراء المال حیث علمنه وشرخ الشباب عندهن عجیب
 فدعھا وسل الهم عنک بحسرة کھمک فیھا بالرداف خیب
 الی الحارث الوهاب اعملت ناقتی بکلکھا والقصرین وحبیب
 تو کہاں؟ اور اس کا ذکر کہاں؟ وہ تو رجہ قبیلہ سے تعلق رکھتی ہے جس کے لئے ثراء
 میں ایک کنواں مختص ہے۔

اگر تم مجھ سے عورتوں کی نفسیات کے متعلق پوچھو تو میں عورتوں کی نفسیات کا خوب ماہر
 ہوں۔

جب مرد بوڑھا ہونے لگے یا اس کی دولت کم ہونے لگے تو ایسے مرد کے لئے عورتوں کے
 پاس محبت کی کوئی جگہ نہیں ہے۔

وہ تو اسی کو چاہتی ہیں جس کے پاس کثیر مال ہو بھرپور جوانی تو ان کی سب سے زیادہ
 پسندیدہ چیز ہے۔

تو لیلیٰ کو چھوڑ دے اور اپنے غم کو دور کرنے کے لئے ایک تیز رفتار گھوڑی پر سفر کر جو
 سوار کے پیچھے سوار کو لے کر تیری فکر کی تیزی سے دوڑے۔

میں تو انتہائی غنی حارث کے پاس پہنچنے کے لئے اپنی اونٹنی کو دوڑا رہا ہوں اس کا سینہ اور
 ہلائی پسلیاں تیز رفتاری کی وجہ سے کانپ رہی ہیں۔

عبد بن خوث حارثی یمنی کے اشعار:-

الا لا تلومانی کفی اللوم ماہیا فما لکما فی اللوم خیر ولا لیا
 الم تعلمنا ان الملامۃ نفعھا قلیل وما لومی اخی من شمالیا
 فیاراکبا اما عرضت فبلغن لندامای من نجران ان لا تلاقیا
 ابا کرب والایہمین کلیہما ولیسا باعلیٰ حضرموت الیہانیا
 جزی اللہ قومی بالکلاب ملامۃ صریحہم والاخرین الموالیا
 ولو شئت نجتنی من الخیل نھدۃ تری خلفھا الجو الجیاد توالیا



